ماہنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
November 2024
تاریخ اہلِ حدیث

وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 45 No. 01 November 2024

Rabu ul Sani/Jumada al-Awwal /1446 AH

جلد: 45 شمارہ: 01 نومبر 2024ء

ربیع الثانی/جمادی الاول: 1446ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRATE-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

اقتدار کا نشہ

امریکی صدر جو بائیڈن نے ایک موقع پر کہا تھا کہ ”کوئی طاقت ہمارے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی۔“

7/اکتوبر کے حملہ کے بعد اسرائیل کی وزٹ کرتے ہوئے بیان دیا کہ اگر اسرائیلی ریاست نہ قائم ہو چکی ہوتی تو ہم وجود میں نہ آتے۔ چہ جائیکہ اب وہ قائم ہو چکی ہے تو اس کی حفاظت میں کوئی کوتاہی کریں۔ فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی پشت پناہی امریکا کر رہا ہے، اس کے لیے کوئی ملکی، بین الاقوامی یا اخلاقی قانون یا اقدار کی اہمیت نہیں، اقوام متحدہ کے اجلاس میں جب بھی کوئی قرار داد اسرائیلی مظالم کے خلاف پیش کی گئی امریکا نے اپنا ویٹو کا حق استعمال کرتے ہوئے اس کو ناکام بنا دیا۔

طاقت اور اقتدار کا نشہ انسان کو کتنا مدہوش کر کے حقائق سے دور کر دیتا ہے کہ وہ خود فریبی کا شکار ہو کر اپنے بارہ میں بھی غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی حکومت اور اقتدار کے حوالہ سے بھی غلط بنیادیں قائم کر لیتا ہے، اس ہفتہ امریکا کی دو ریاستوں فلوریڈا اور نارتھ کیرولینا سے متصل سمندر سے ہولناک طوفانی لہریں اٹھیں۔ ماہرین نے متوقع خطرہ سے علاقہ مکینوں کو متنبہ کر دیا تھا کہ جس شدت سے لہریں آگے بڑھ رہی ہیں اگر یہی قوت باقی رہی تو آبادی کا تقریبا اسی فی صد حصہ غرق ہو جائے گا۔ طوفان کی شدت کو کٹیگری 5 قرار دیا گیا جو بے حد خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ اس میں ہوائیں ڈھائی سو میل سے زیادہ فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہیں، جبکہ اس کی نصف رفتار بھی آدمی کو ہوا میں اڑانے کے لیے کافی ہے۔

پھر دنیا کا طاقتور ترین شخص جس نے دعوی کیا تھا کہ ہمارے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا، انتہائی بے بسی اور عاجزی کے ساتھ یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوا کہ جتنی جلد ممکن ہو علاقہ چھوڑ کر نکل جاؤ، ورنہ تاخیر کرو گے تو ہم تمہاری لاشوں کو کفن بھی دینے کے قابل نہیں ہوں گے۔

یہاں سے نکل جاؤ، بالکل ابھی نکلو، خود کو ناقابل تسخیر کہنے والے کی درماندگی قابل عبرت تھی، لوگ جس تیزی اور پریشانی کے عالم میں گھر بار مال و متاع چھوڑ کر نکلے کہ راستے مسدود ہو گئے۔ پٹرول پمپ خالی، اشیاء خورد و نوش کی دوکانوں سے ذخیرہ ختم، جسے بھاگنے کا موقع ملا وہ دوسروں کی پرواہ کئے بغیر محفوظ مقام کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وقتی طور پر فلسطینی عوام کا منظر دکھائی دے رہا تھا جب وہاں معصوم بچوں، خواتین اور بوڑھوں کو نشانہ بنایا گیا اور کیسے وہ اپنے علاقوں کو چھوڑ کر عارضی پناہ گاہوں میں محصور کر دیئے گئے، اسی طرح یہاں دیکھتے ہی دیکھتے طاقتور ترین ملک امریکا کے ایک ملین لوگ عارضی پناہ گاہوں میں بسیرا کرنے پر مجبور ہوئے، قہر آلود لہریں ساحل سے تو ٹکرائیں لیکن شدت پانچ سے گھٹ کر تین ہو چکی تھی، یوں جانی نقصان کم ہوا، تاہم مالی نقصان بہت زیادہ ہوا۔

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

”ہم انہیں بڑے عذاب (قیامت) سے قبل چھوٹے عذاب چکھائیں گے تاکہ وہ سچائی کی طرف لوٹ آئیں۔“

غور طلب بات یہ ہے کہ اس اس آزمائش کی گھڑی میں بیشتر لوگ اسے قدرت کا انتقام کہتے ہوئے ہمدردی کے دو بول بھی متاثرین کے حق میں کہنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾

”نہ ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ ہی انہیں مہلت ملی۔“

شاید اس تجزیہ کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ متاثرہ دونوں ریاستیں فلوریڈا اور نارتھ کیرولینا یہودی اکثریتی علاقے ہیں۔ اول الذکر صیہونی طاقتوں کی مالی امداد کے لیے مشہور ہے اور ثانی الذکر آلات حرب کے کارخانوں اور ذخیروں کے لیے۔

مختلف اوقات ہمارے لیے قدرت کی نشانیاں دکھائی جاتی ہیں کہ انسان چاہے جتنی ترقی کر لے اور کتنا ہی طاقتور ہو جائے قدرت کے آگے بے بس ہے۔

﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (سورۃ الاعراف:99)

”کیا لوگ اللہ کی پکڑ سے بے فکر ہو چکے ہیں۔ اللہ کی پکڑ سے نقصان پانے والے ہی بے فکر ہو سکتے ہیں۔“

کل کا طاقتور امریکی صدر آج اتنا کمزور ہے کہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے رہنے کی صلاحیت جواب دے گئی، اپنی زبان پر قابو جاتا رہا۔ ذہن و دماغ ماؤف سے ہو چکے ہیں، خود ان کی پارٹی اور چاہنے والے ان سے دامن بچا رہے ہیں۔

دنیا کی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ جنھوں نے خود کو ناقابل شکست اور لازوال تصور کر لیا تھا لیکن وہ بڑی بے بسی کے ساتھ لقمہ اجل بنے یا قعر مذلت میں پھینک دیئے گئے۔

ذیل کی چند مثالیں عبرت کے لیے اہمیت رکھتی ہیں:

ایک موقع پر پاکستان کے مرد آہن ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ ”میری کرسی بہت مضبوط ہے۔“ اور ان کی بیٹی بینظیر بھٹو نے دعویٰ کیا تھا کہ ”ہم عوام کے منتخب نمائندے ہیں ہمیں کوئی طاقت ہلا نہیں سکتی۔“ لیکن باپ کی مضبوط کرسی نہ ان کا اقتدار بچا سکی اور نہ ہی ان کی جانیں۔ انہیں تخت سے اتار کر تختہ دار پر

لٹکا دیا گیا اور ان کی بیٹی کو ان کے ہی سنگھاسن میں بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

پڑوسی ملک بنگلہ دیش کے بانی شیخ مجیب الرحمن جنہیں کسی زمانہ میں عوام "بنگلہ بندھو" بنگالیوں کا دوست اور نجات دہندہ کہا کرتے تھے، صفحہ ہستی سے ایسے مٹائے گئے کہ ان کی نعش کئی گھنٹے زمین پر پڑی عبرت بنی رہی کوئی اٹھانے والا تک نہ تھا اور ان کی بیٹی حسینہ کو کرسی اقتدار سے اتار کر اس بے مروتی کے ساتھ دیس نکالا دیا گیا کہ اوروں کے لیے نشان عبرت بن گئیں۔

انہوں نے اپنی کرسی بچانے کے لیے کئی دینی تنظیموں اور کتابوں پر پابندی لگا رکھی تھی اور مختلف شخصیتوں کو پس زنداں کر دیا تھا۔

انڈیا کی سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کو خاتون آہن کہا جانے لگا تھا ان کے رعب و دبدبہ کے آگے کوئی پر نہیں مار سکتا تھا، لیکن خود اپنے ہی باڈی گارڈ کی گولیوں کا نشانہ بنیں، اس سے قبل ان کے فرزند ارجمند سنجے گاندھی جن کی قوت اور گھمنڈ کے سامنے مرکزی وزراء بھی ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے، انہوں نے سینکڑوں مسلمانوں پر جبری نس بندی کا حکم جاری کر کے ظلم و بربریت کی خونچکاں داستانیں رقم کیں اور دہلی کے غریب، پس ماندہ علاقوں میں بلڈوزر چلا کر وہاں اپنے آرزوں کے محل تعمیر کرنا چاہا اور پھر خود ہی ہوائی حادثہ کا ایسے شکار ہوئے کہ ان کی نعش بھی صحیح حالت میں نہ مل سکی۔ افغانستان کے سابق صدر ڈاکٹر نجیب اللہ نے مجاہدین کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔ پھر حالات قدرے بدلتے ہی غیور افغانیوں نے اس روس نواز لیڈر کو سر عام تختۂ دار پر لٹکا کر ان کے مظالم کا دنیوی بدلہ چکایا، آخرت میں جو ہوگا وہ تو روز جزا کا مالک ہی جانتا ہے۔ مصر کے انور السادات نے کیمپ ڈیوڈ کا معاہدہ کر کے فلسطینیوں کے خلاف خنجر گھونپا تھا، دین پسندوں کی زندگی اجیرن بنا دی تھی، اپنی ہی فوج کے ہاتھوں خاک و خون میں مل گئے، جو اسٹیج ان کی عظمت وسطوت کے مظاہرہ کے لیے سجایا گیا تھا وہی ان کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بن گیا۔ فلپائن کے صدر مار کوس نے اس انداز سے حکومت کی کہ گویا مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں اور زمین پر میرے برابر کوئی لیڈر نہیں، لیکن ملک سے ایسے فرار ہونا پڑا کہ فلپائن میں ان کی قبر کے لئے دو گز جگہ آسانی سے نہ مل سکی۔ عراقی صدر صدام حسین اور لیبیا کے کرنل قذافی کے کرتوت اور عبرتناک انجام سے کون نا واقف ہے۔

غرض ماضی قریب و بعید تاریخ کے ہر دور میں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ کرسی اور اقتدار کا نشہ آدمی کو اس قدر مست کر دیتا ہے کہ وہ خود اپنے بارہ میں کتنی غلط رائے قائم کر لیتا ہے، اسی غرور کے باعث انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے دہکتی آگ کے شعلوں میں ڈالا یہ اور بات ہے کہ خلیل اللہ کے سینہ میں موجزن ایمانی حرارت سے آگ کے شعلے سرد پڑ گئے پھر بھی انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ سیدنا موسی علیہ السلام کے وجود کو مٹانے کے لیے فرعون نے نہ جانے کتنے معصوم بچوں کا خون کر ڈالا۔ کلیم اللہ موسیٰ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ فرعون کو اپنا اقتدار خطرہ میں محسوس ہونے لگا اور جب فرعون ہی کی دعوت اور تحریک پر جمع ہونے والے جادوگروں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ ربانی کے آگے سرنگوں ہوتے ہوئے ایمان لانے کا اعلان کیا تو فرعون نے اقتدار کے گھمنڈ میں انہیں سولی پر لٹکانے کی دھمکی دی اور نبی برحق کے وجود کو ختم کرنے کے ارادہ سے تعاقب میں نکلا، سمندر نے نبی برحق اور متبعین کو راستہ فراہم کیا، اور وہی سمندر فرعون اور فرعونیوں کے لیے قبرستان ثابت ہو اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مکہ مکرمہ کے سرکش اور معاندین نے کیا کیا ظلم و ستم ڈھائے۔ لیکن مقام عبرت ہے کہ بڑے بڑے حکمرانوں اور طاقتوروں نے اپنے پیش روؤں کا انجام اپنے سامنے نہ رکھا اور ان ہی غلطیوں اور سرکشیوں میں مبتلا ہوئے جو ان سے پہلوں کی تباہی کا سبب بنیں، خود کو ناقابل تسخیر سمجھ کر اللہ کی زمین پر اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کی تعلیمات اور دین برحق کا مذاق اڑایا۔ کبھی دین پسندوں کی زندگی اجیرن کرنے کی کوشش کی گئی تو کبھی دینی شعائر کی تمسخر کیا گیا، اور بعض نام نہاد دانشوروں نے رب ذوالجلال کے احکام اور ہدایات کو فرسودہ قراد دیا کہ ترقی یافتہ دور میں ان احکامات کی حیثیت ہی کیا۔ لیکن کتنا بے بس اور عاجز ہے کل کا طاقت ور جو بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، آج خود اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا، جسے اپنی زبان پر قابو نہیں، جس کا حافظہ جواب دیا گیا ہو اور کل کے گدی نشین آج خوفزدہ ہیں کہ کہیں ان کی سیاہ کاریوں کا احتساب ہی نہ ہو جائے۔ لیکن آج کسی کے کرتوت اور نامۂ سیاہ پر مصلحتوں کے پردے ڈال بھی دیئے جائیں تو کل قیامت کے دن کیا ہوگا۔ جب وہاں ہر قسم کے پردے ہٹا دیئے جائیں گے:

﴿لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ (سورۃ ق:22) یقیناً تو آئے انسان اس حقیقت سے غافل تھا، ہم نے تیرے آگے سے پردہ ہٹا دیا۔ آج تیری نگاہ بہت تیز ہے اور جس دن دنیا میں خدائی کا دعوی کرنے والے، اقتدار کے نشہ میں چور مستیاں کرنے والے بادشاہ حقیقی رب ذوالجلال کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور ہر ظالم کے آگے اس کے اعمال کی کیسٹ چلا دی جائے گی۔

﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾ (سورۃ الکہف:49)

"ان کے سارے کرتوت ریکارڈ میں درج ہوں گے۔"

شاید دنیا کی یہی بے ثباتی ہے کہ عباسی عہد خلافت کے عظیم سپوت خلیفہ منصور نے بستر مرگ پر موت سے کچھ پہلے کہا تھا کہ اگر میں کچھ دن اور زندہ رہتا تو اس حکومت کو آگ لگا دیتا جس نے مجھے بار بار سچائی سے ہٹا دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک نیکی اس ساری حکومت سے بہتر ہے مگر یہ بات مجھے اس وقت معلوم ہوئی جب موت نے اپنے چنگل میں لے لیا۔

عیش پرستی اور اس کی معاشرتی قباحتیں

حافظ زبیر بن خالد مرجالوی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ﴾(سورۃ ہود:116)

”ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گناہ گار تھے۔“

قارئین! ہمارے معاشرے میں عیش پرستی ایک ایسی موذی بیماری ہے جو انسان کی غیرت اور ہمت کو موت کی نیند سلا دیتی ہے، اس بیماری سے انسان حقیقی زندگی کی مٹھاس سے محروم ہو جاتا ہے اور اس عارضی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے اپنی آخرت کو تباہ کر دیتا ہے۔

عیش پرستی کی مذمت قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر عیش پرستی کی مذمت کی ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

1۔ عیش پرستی ظالموں اور کافروں کی صفت:

اللہ تعالیٰ کفار کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ﴾(سورۃ ہود:116)

”ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گناہ گار تھے۔“

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ بے شک گزری ہوئی ہر امت میں سے وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور وہ دنیاوی لذتوں کے پیچھے پڑ گئے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تکبر کیا اور اکڑ گئے اور اللہ کی راہ سے روکنے لگے، کلام عرب میں یہی لوگ عیش پرست ہیں، جن پر انعام کیا گیا ہو اور وہ لذتوں میں پلے بڑھے ہوں۔“

2۔ عیش پرستی آخرت میں عذاب کا سبب:

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (سورۃ مریم: 59)

”پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔“

سیدنا کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اللہ کی قسم! میں اللہ کی کتاب میں منافقین کی یہ صفات پاتا ہوں: شراب نوش، تارک نماز، گیٹ کھیلنے والے فجر اور عشاء کی نمازوں سے سو جانے والے، کام پر جانے میں تاخیر کرنے والے، نماز جمعہ ترک کرنے والے۔“ پھر مذکورہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمائی تھی۔(الدر المنثور:526/5)

3۔ دنیا میں ہلاکت کا سبب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ٥ فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُم مِّنْهَا يَرْكُضُونَ ٥ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ﴾ (سورۃ الانبیاء: 11-13)

”اور کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ کر رکھ دیں جو ظالم تھیں اور اُن کے بعد اور لوگ نئے پیدا کر دیے، تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگ رہے تھے، بھاگو نہیں اور ان (جگہوں) کی طرف واپس آؤ جن میں تمہیں خوش حالی دی گئی تھی اور اپنے گھروں کی طرف، تاکہ تم سے پوچھا جائے۔“

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ﴾(سورۃ الانبیاء: 13)

”یہ اُن لوگوں سے ٹھٹھا کیا جا رہا ہے گویا اُن سے کہا جا رہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے بھاگ دوڑ کر کے بچنے کی کوشش نہ کرو، اور ان نعمتوں اور سرور و معیشت اور پر تعیش رہائش گاہوں کی طرف پلٹ جاؤ۔“ (تفسیر ابن کثیر: 335/5)

4۔ دوسروں کی ہلاکت کا سبب

عیش پرستی کی اذیت دوسرے لوگوں کو بھی پہنچتی ہے کئی قومیں اپنی عیش پرستی کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾(سورۃ الاسراء:16)

”اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں حکم نہیں مانتے تو اس پر بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے برباد کر دیتے ہیں، بری طرح برباد کرنا۔“

آپ لوگوں کی زندگیوں میں اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہوں گے کہ عیش پرستوں کا فساد صرف ان تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اس کے مضر اثرات دوسرے لوگوں تک بھی پہنچتے ہیں۔ جس کی وجہ سے

لوگ اپنے ہاتھوں میں موجود چیزوں کی نمود و نمائش کرتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ لوگ بھی ان کی تقلید کرنے لگ جائیں۔

5۔ نیکی سے دوری کا سبب:

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں جو شدت کی گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکل سکے، جو سایہ دار اور ٹھنڈی جگہوں پر رہنے کے عادی ہو چکے تھے:

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ﴾ (سورۃ التوبہ:81)

"وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دو، جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔"

عیش پرست لوگوں پر گرمی اور مشقت کی بنا پر اللہ کی راہ میں نکلنا گراں گزرا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے مختصر سی اور ختم ہو جانے والی دنیا کی راحت کو آخرت کی ابدی و کامل راحت پر ترجیح دی اور اُس گرمی سے ڈر گئے جس سے سایہ کے ذریعے بچنا ممکن تھا جس میں صبح و شام کے ٹھنڈے اوقات میں بھی چلا جا سکتا تھا مگر اس شدت کی گرمی کا کوئی خیال نہ کیا جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور اس میں آگ شعلے مارتے ہوئے بھڑک رہی ہے۔

6۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ 0 وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ﴾ (سورۃ الفجر:15-16)

"پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اُسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے عزت بخشی، اور لیکن جب وہ اُسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔"

عیش پرست لوگوں کا یہ حال ہے جب اللہ تعالیٰ اس پر فراخی رزق اور وسعت نعمت کا انعام کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے معزز و مکرم بنایا اس لیے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اُسے مختلف قسم کی آزمائشوں میں مبتلا کرتے ہیں تو گریہ وزاری اور آہ و بکا کرنے لگ جاتا ہے اور یہ سب کچھ عیش پرستی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اگر ایسا انسان زاہد بن کر زندگی بسر کرتا تو ان مصائب و پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتا اور ان پر راضی رہتا بلکہ ان پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا۔ اگر ہم غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ صبر کرنا غنا پر صبر کرنے کی نسبت بہت آسان ہے۔

عیش پرستی کی مذمت احادیث نبوی میں

بہت ساری احادیث نبویہ میں عیش پرستی کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ یہ سب عیش پرستی سے ڈرانے کے لیے ہے تاکہ دل کا تعلق اس دنیا اور دنیا کی لذتوں اور ختم ہونے والی نعمتوں ہی میں نہ کھو جائے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا

"بے شک نبی ﷺ ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی منبر کے ارد گرد بیٹھے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے بعد تم لوگوں کے متعلق دنیا کی زیب و زینت سے ڈرتا ہوں کہ اس کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے۔" (صحیح بخاری: 1465؛ صحیح مسلم:1053)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ»

"دنیا میٹھی سرسبز ہے اور اللہ تعالی تمہیں اس میں خلیفہ و نائب بنانے والا ہے پس وہ دیکھے گا تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچو اور عورتوں (کے فتنہ میں مبتلا ہونے) سے بچو۔" (صحیح مسلم:2742)

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک آدمی فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے گئے وہ اس وقت مصر میں مقیم تھے۔ جب اُن کے پاس پہنچے تو کہا:

أَمَا إِنِّي لَمْ آتِكَ زَائِرًا، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ أَنَا وَأَنْتَ حَدِيثًا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، رَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ؟ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَمَا لِي أَرَاكَ شَعِثًا وَأَنْتَ أَمِيرُ الْأَرْضِ؟! قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْإِرْفَاهِ، قَالَ: فَمَا لِي لَا أَرَى عَلَيْكَ حِذَاءً؟! قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا.

"میں تمہارے پاس زیارت کے لیے نہیں آیا، لیکن میں اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔ میں اس امید پر آیا ہوں شاید آپ کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم ہو۔ انہوں نے پوچھا: وہ کونسی حدیث ہے؟ بتایا کہ ایسے ایسے حدیث ہے، تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو پراگندہ (غبار آلود)

حالت میں دیکھتا ہوں، حالانکہ آپ اس علاقہ کے امیر (گورنر) ہیں؟ جواب دیا: "بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیں بکثرت زیب و زینت اختیار کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے پھر پوچھا: کیا وجہ ہے میں آپ کو ننگے پاؤں دیکھ رہا ہوں؟ فرمایا: "بے شک رسول اللہ ﷺ حکم دیا کرتے تھے ہم کبھی کبھار ننگے پاؤں چلا کریں۔" (سنن ابی داوٗد:4160)

ہاں نبی کریم ﷺ انہیں کبھی کبھار ننگے پاؤں چلنے کا حکم دیا کرتے تھے تاکہ ان کے پاؤں سخت ہو جائیں اور مختلف قسم کی جگہوں پر چلنے کے عادی ہو جائیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللهُمّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمّدٍ قُوتًا

"اے اللہ! آلِ محمد کا رزق اُن کے لیے بقدر کفایت کر دے۔" (صحیح مسلم:1055)

یعنی صرف اتنی روزی دے کہ وہ کسی سے مانگنے کے محتاج نہ رہیں، اور نہ ہی اس میں اتنی زیادتی ہو جس کی وجہ سے عیش و عشرت میں مبتلا ہو جائیں۔

عیش پرستی کے اسباب

عیش پرستی کے اسباب بہت سے ہیں۔ اُن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1۔ لمبی امیدیں اور موت کو بھلا دینا:

عیاشی کے اسباب میں اہم سبب موت کو بھلا کر زندگی کی لمبی امیدیں لگانا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ اس دنیا میں رہنے والا ہے، ابھی اس کو اتنی جلدی موت آنے والی نہیں۔

2۔ اندھی تقلید اور بُرے معاشرے کا اثر قبول کرنا:

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو دوسرے لوگوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ وہ کسی چیز میں ذرا برابر بھی کوئی غور و فکر نہیں کرتے کہ کیا عقل و نظر میں بھی اُن کا کوئی حصہ ہے یا نہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے:

"انسان اس بات میں رغبت رکھتا ہے کہ وہ معاشرے کا اہم رکن ہو، اور یہ معاشرہ تو عیش پرستی اور شان و شوکت میں ڈوبا ہوا ہے۔ تو ضروری ہے کہ وہ بھی اسی کشتی کا سوار ہو، اور وہ بھی کھانے پینے میں، لباس اور رہائش میں ایسے ہی فضول خرچی کرے۔ معاملہ تو صرف تقلید تک ہی نہیں رہا بلکہ اب اس سے آگے بڑھ کر مقابلہ بازی اور سبقت تک پہنچ گیا ہے اور ہر شخص دوسرے پر اس میدان میں سبقت لے جانا چاہتا ہے۔

3۔ مال و دولت اور نعمتوں کی کثرت:

مال و دولت انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان نعمت کی فروانی اور راحت پسندی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مال دار اپنی جھوٹی انا اور شان و شوکت کی خاطر مال خرچ کرنے لگ جاتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿كَلّا إِنّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ 0 أَن رَآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾ (سورۃ العلق:6-7)

"ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا ہے۔"

اس سرکشی اور آپے سے باہر ہونے کی سب سے واضح صورت یہ ہے کہ انسان نعمتوں پر سرکشی کرنے لگتا ہے اور غیر ضروری طور پر صرف مقابلہ بازی کے لیے، اور نمایاں نظر آنے کی چاہت میں خرچ کرنے لگتا ہے۔

4۔ شہوت پرستی:

یہ محبت انسان کی فطرت میں رچی بسی ہوئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾ (سورۃ آل عمران:14)

"لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔"

یہ محبت اپنی ذات کی حد تک انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے جس پر اسے کوئی ملامت نہیں کی جا سکتی۔ مگر مذموم بات تو یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر ترجیح دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (سورۃ التوبہ: 24)

"کہہ دیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

دنیا شیطان کی شراب ہے جس نے اس شراب سے پی لیا وہ کبھی ہوش میں نہیں آتا، الا یہ کہ جب موت کی گھڑیاں سر پر کھڑی ہوں تو ندامت و شرمندگی کے

ساتھ گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔

5۔دشمن کی چالیں:

جب ہمارے دشمنوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب ان کی عیش پرستی تھا تو وہ ایسی پلاننگ کرنے لگے جس سے امت اسلامیہ کو مختلف قسم کی عیش پرستیوں، دنیا کی لذات اور (فکر آخرت سے) غافل کر دینے والی چیزوں میں غرق کیا جا سکے اور ہم بھی ان کے ساتھ دوستی اور محبت کی حرص میں مبتلا رہیں۔ خصوصاً جب عیاشی اور لذت اندوزی کے ساز و سامان کے مالک بھی وہ ہیں۔ یہودیوں نے اپنے پروٹوکولز میں بھی یہ بات کہی ہے:

"ہم جیسے تیسے بھی ہوں ان لوگوں کو عیش پرستی میں مبتلا کر دیں گے۔"

انھوں نے یہ بھی کہا کہ

"ہم عنقریب لوگوں کی اکثریت کو مختلف قسم کے کھیل تماشوں اور غافل کر دینے والے امور، فراغت کے اوقات میں دُنیا کی نئ نئ رنگینیوں اور لذات میں مبتلا کر دیں گے۔"

عیش پرستی کے نقصانات

1۔نعمتیں امتحان و آزمائش:

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اس دنیا میں بندوں پر نعمتوں کی وسعت امتحان اور آزمائش ہے۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ جس شخص پر نعمتوں کی کثرت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور اُس سے محبت کرتا ہے جیسا کہ بہت سارے عیش و عشرت کے دلدادہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔ اُن کے خیال میں ان پر ان نعمتوں کی کثرت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عیش پرست پر کیسے راضی ہو سکتا ہے جو اس کی نعمتوں کو بطور ناراضی اور تکبر استعمال کرتا ہے؟ ان سے پہلے کفار بھی ایسا ہی گمان کیا کرتے تھے۔ جب انھوں نے مال و اولاد کی کثرت دیکھی تو کہنے لگے:

﴿وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ﴾ (سورہ سبا:35)

"اور کہنے لگے کہ ہم مال اور اولاد زیادہ رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب ہونے والا نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ اُن کا یہ اعتقاد درست نہیں۔

﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾ (سورہ سبا: 37)

"اور نہ تمہارے مال ایسے ہیں اور نہ تمہاری اولاد جو تمہیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دو گنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انہوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا 0 وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا 0 وَبَنِينَ شُهُودًا 0 وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا 0 ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ 0 كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا﴾(سورۃ المدثر:11-16)

"چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال عطا کیا، اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)، اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، ہر گز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔" یعنی وہ یہ گمان کرتا ہے کہ ہم آخرت میں بھی اُسے زیادہ بیٹے اور مال دیں گے، ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے تو ان عیش پرست عقل کے مسکین لوگوں کے لیے یہ بات پہلے سے بیان کر دی ہے کہ ان پر یہ انعامات محض ایک ڈھیل ہیں۔

﴿أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ﴾

"کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں، ہم انہیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔"(سورۃ المؤمنون:55-56)

مزید فرمایا:

﴿وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ (سورۃ التوبہ: 85)

"اور تجھے ان کے اموال اور ان کی اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔"

مزید فرمایا:

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾

"پس تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں اُن کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور اُن کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔"(سورۃ التوبہ:55)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (سورۃ

آل عمران:178)

”اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ہر گز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انہیں دے رہے ہیں وہ اُن کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انہیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور اُن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ القلم:44)

”پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے، ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا۔“

2۔ دنیاوی نعمتوں سے آخرت کی نعمتوں کا زوال:

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق خبر دی ہے جن کی نیکیوں کا بدلہ انھیں دنیا کی زندگی میں ہی مل جائے گا۔

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ﴾ (سورۃ الاحقاف:20)

”اور جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔“

ابو مجلز فرماتے ہیں:

”کچھ لوگ (روزِ قیامت) ایسے بھی ہوں گے جو دنیا کی زندگی میں کی گئی نیکیاں مفقود پائیں گے اُن سے کہا جائے گا: تم دنیا کی زندگی میں اپنے مزے اڑا چکے اور اس سے فائدہ لے چکے، یعنی حساب کے دن کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، وہ اپنی نیکیوں کے بارے میں پوچھیں گے، جو نیکیاں انہوں نے کی تھیں مگر آج اُن کا اجر نظر نہیں آرہا ہو گا تو انہیں خبر دی جائے گی کہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں مختلف قسم کی نعمتوں سے مزے اڑانے میں اپنی ساری نیکیاں ختم کر دی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اس دنیا میں نعمتوں کا بہت کم استعمال کرتے تھے تا کہ وہ ان نعمتوں کو آخرت کی زندگی کے لیے ذخیرہ کر کے رکھ سکیں۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو میں نے ہاتھ میں گوشت لٹکایا ہوا تھا، انہوں نے پوچھا: اے جابر! یہ کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: یہ گوشت ہے جو میں نے ایک درہم میں اپنی بیویوں کے لیے خریدا ہے، انہیں اس کا بہت شوق ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”کیا تم میں کوئی انسان جب بھی کسی چیز کا شوق رکھتا ہے، پھر اسے کر گزرتا ہے؟ تو کیا تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنے پیٹ کو اپنے چچازاد اور پڑوسی کے لیے سمیٹ لے تم اس آیت کریمہ سے کتنے دور ہو گئے ہو؟

﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾

”تم دنیا کی زندگی میں اپنی پاکیزہ چیزوں کے مزے اڑا چکے۔“ (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں جب واپس پلٹا تو میں کہہ رہا تھا کہ اے کاش! ان سے اچانک سامنا ہی نہ ہوا ہوتا۔“ (أخرجه عبد بن حمید کما فی الدر المنثور:7/447)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”اگر میں چاہتا تم میں سب سے زیادہ اچھا کھانا کھانے والا، اور سب سے زیادہ نرم لباس پہننے والا ہوتا مگر میں اپنی نیکیوں کو آخرت کے لیے باقی رکھتا ہوں۔“ (تفسیر الطبری: 22/120)

2۔ قیامت کے دن نعمتوں پر جوابدہی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں خبر دی ہے کہ دنیا کی جن نعمتوں میں انسان گزر کر رہا ہے، اُن کے متعلق روز قیامت ضرور پوچھا جائے گا کہ کیا اُن کا شکر ادا کیا تھا یا نہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾

”پھر عنقریب تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔“ (سورۃ التکاثر:8)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں ابن آدم سے قیامت والے دن سوال نہیں کیا جائے گا، ان کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں اُن کے متعلق سوال بھی ہو گا اور اُن کا حساب بھی، مگر جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہے (حساب سے) معاف کر دے۔ وہ کپڑا جس سے اپنی شرمگاہ چھپا لے۔ روٹی کا وہ ٹکڑا جس سے اپنی کمر سیدھی کر لے۔ وہ وہ گھر جس کا سایہ حاصل کر سکے۔“ (تفسیر الطبری: 8/277)

لیجیے! یہ اسلامی سلطنت کے تین عظیم المرتبت انسانوں کا قصہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو سامنے سیدنا ابو بکر وسیدنا عمر کو پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هَذِهِ السَّاعَةَ؟

”اس وقت تمھیں کس چیز نے گھر سے نکالا ہے؟“ کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! بھوک نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَأَنَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَخْرَجَنِي الَّذِي أَخْرَجَكُمَا قُومُوا فَقَامُوا مَعَهُ فَأَتَى رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِي بَيْتِهِ فَلَمَّا

رَأَتْهُ الْمَرْأَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَأَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنْ الْمَاءِ إِذْ جَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا أَحَدٌ الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَضْيَافًا مِنِّي قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوا مِنْ هَذِهِ وَأَخَذَ الْمُدْيَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَأَكَلُوا مِنْ الشَّاةِ وَمِنْ ذَلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هَذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ الْجُوعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتَّى أَصَابَكُمْ هَذَا النَّعِيمُ

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی اسی چیز نے گھر سے نکالا ہے جس نے تم دونوں کو گھر سے نکالا ہے، کھڑے ہو جاؤ۔ وہ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ چل دیئے سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، وہ کھجور کا ایک خوشہ لائے جس میں کچی اور پکی کھجوریں تھیں، اور عرض گزار ہوئے کہ یہ تناول فرمایئے اور خود چلے گئے، پھر ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اُن کے لیے گوشت بھون لائے، انہوں نے گوشت کھایا اور کھجوریں بھی۔ جب سیراب ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! روز قیامت تم سے ضرور بالضرور ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا، تمھیں گھر سے بھوک نے نکالا، اور پھر اس وقت تک گھر نہیں پلٹے جب تک کہ تمھیں یہ نعمتیں نہیں مل گئیں۔“ (صحیح مسلم: 2038)

اگر اس اُمت کے سب سے بڑے تین افراد کا یہ حال ہے کہ اُن سے بھی ان نعمتوں کے متعلق سوال ہو گا جو کہ انہیں بہت سخت بھوک کے بعد ایک ہی بار حاصل ہو گئیں تو پھر ہم لوگوں کا کیا حال ہو گا جو روزانہ تین وقت اعلیٰ قسم کے مرغن اور پر تعیش قسم کے کھانے کھاتے ہیں۔

عیش پرستی کی مروجہ صورتیں

زمانہ حال کی ہماری اس زندگی میں عیش پرستی کی کئی ایک صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اُن میں سے چند ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔

1۔ تزئین اور نظافت میں مبالغہ:

کوئی انسان بہت زیادہ دیر حمام یا غسل خانے میں لگاتا ہے بعض لوگ تو غسل خانوں کے لیے انواع واقسام کی عطرات، خوشبوئیں قسم قسم کے صابن اور اس طرح کی دیگر جدید عیش پرستی کی ایسی چیزیں استعمال کرتے ہیں جو ہمارے اس زمانے سے پہلے نہیں تھیں۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسلام نے خوبصورتی وصفائی کا خیال رکھنے کی تعلیم دی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (سورۃ الاعراف: 31)

”اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت پر اپنا لباس پہن لیا کرو۔“

مگر یہ حکم حد سے زیادہ تجاوز نہ کرنے اور زیادہ عیاشی نہ کرنے سے جڑا ہوا ہے۔

یہ عیاشی نہیں کہ انسان نہائے دھوئے، پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کا اہتمام کرے۔ پسینہ وغیرہ کے اثرات ختم کرنے کے لیے اچھا صابن یا دیگر کوئی چیز استعمال کرے، تاکہ صفائی دیر تک باقی رہے اور وہ پسینہ کی اس بُو سے دوسروں کو تکلیف نہ دے، نہ ہی مسجد میں اور نہ ہی دوسری جگہوں پر۔

عیاشی یہ ہے کہ انسان ان چیزوں میں مبالغہ کرے، اِن امور پر بہت سارا مال خرچ کرے اور ان چیزوں کے پیچھے پڑ کر اپنا بہت سارا قیمتی وقت ضائع کر دے۔

2۔ زلفوں کا بناؤ سنگار:

ہر وقت بالوں کو خوبصورت بنانا، کنگھی کرتے رہنا، انہیں سنوارنا اور اُن کے لیے مختلف قسم کی کریمیں خریدنا تاکہ بالوں کو اچھی صورت میں پیش کیا جائے۔ بالوں کے متعلق بھی اسلام کی تعلیمات اعتدال پر مبنی ہیں۔ جن لوگوں کے بال ہوں، انہیں بالوں کا اکرام کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہر دن کنگھی کرنے اور بنانے سنوارنے سے منع کیا ہے مگر ایک دن چھوڑ کر ایک دن ایسا کرنا چاہیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ»

”جس کے بال ہوں اُسے چاہیے ان کا احترام کرے یعنی انہیں بنا سنوار کر رکھے۔“ (سنن ابی داوٗد: 4163)

سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّرَجُلِ إِلَّا غِبًّا

”رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر کبھی کبھی ایک دن کے بعد ایک دن)۔“ (سنن ابی داوٗد: 4159)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرماتے ہیں: حق بات تو یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان کسی طرح بھی کوئی ٹکراؤ یا تعارض نہیں اس لیے کہ انسان کو اس کے بالوں کا اکرام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر اس کے ساتھ ہی بناؤ سنگھار اور نعمت گزاری میں زیادتی سے منع کیا ہے۔ انسان بالوں کا اکرام کرے مگر انہیں نعمتوں کی بے قدری، عیش

پرستی یا نعمت کے غلط استعمال کا ذریعہ نہ بنائے بلکہ ایک دن کے بعد ایک دن کنگھی کرے۔"

(حاشیہ ابن قیم علی سنن أبوداؤد: 11/147)

3۔ لباس کی خریداری میں مبالغہ:

ایک وقت تھا کہ انسان کے پاس پہننے کے لیے صرف ایک جوڑا کپڑوں کا ہوتا تھا۔ جب وہ اُسے دھونا چاہتا یا صاف کرنا چاہتا تو اس کی مجبوری ہوتی تھی کہ وہ گھر میں ٹکا رہے، یہاں تک کہ اس کے گھر والے اس کپڑے کو صاف کر کے خشک کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنا انعام کیا کہ ایک ایک شخص کے پاس کپڑوں کے کئی جوڑے ہیں، اس میں کوئی حرج والی بات نہیں، جب تک کہ یہ حدود کے اندر عرف کے مطابق ہوں، لیکن بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ مخصوص و معروف کمپنیوں کے تیار کردہ لباس ہی پہنتے ہیں جو اُن کے آرڈر پر تیار کیے گئے ہوتے ہیں تاکہ وہ باقی لوگوں سے منفرد شخصیت نظر آئے۔ اگر یہ چیز عیش پرستی نہیں تو پھر عیش پرستی کیا ہے؟ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ایسے اچھے کپڑے پہنیں جو ہم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مظہر ہوں مگر یہ چیز میانہ روی اور اقتصاد کی حدود کے اندر رہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، قَالَ: «إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ».

"جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے اُس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔" (صحیح مسلم: 91)

علامہ ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سلف صالحین درمیانہ قسم کا لباس پہنا کرتے تھے جو نہ ہی بہت اعلیٰ قسم ہوتا اور نہ ہی زیادہ ہلکی قسم کا ہوتا اور اُن میں سے اچھی قسم کا لباس جمعہ کے دن اور دوست و احباب سے ملاقات کے لیے چن لیا کرتے تھے، اُن کے ہاں اچھے لباس کا انتخاب برا نہیں سمجھا جاتا تھا جبکہ وہ لباس جو کہ صاحب لباس کی عزت و تکریم کو گم کر دیتا لیکن وہ اُسے زُہد یا فقیری کے اظہار کو متضمن سمجھتا۔ گویا کہ وہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ پر شکوہ کر رہا ہے جس سے پہننے والے کو بھی حقیر سمجھا جاتا، یہ تمام چیزیں سلف کے ہاں مکروہ سمجھی جاتی تھیں، پس بہترین امور وہ ہیں جو اعتدال (میانہ روی) پر مبنی ہوں۔

4۔ کھانے پینے میں غلو:

عیش پرست لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کھانے پینے میں غلو کرتے ہیں۔ وہ صرف وہی کھانا کھاتے اور وہی چیزیں پیتے ہیں جن کی قیمتیں گراں قدر ہوں، وہ نفیس ترین اور فاخر ترین چیزوں پر ہی راضی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ایک وقت میں ایک یا دو قسم کے کھانے پر راضی نہیں ہوتے بلکہ اُن کے ہاں ضروری ہوتا ہے کہ ایک وقت کا دستر خوان مختلف قسم کے کئی ایک کھانوں سے بھرا ہو اور اگر اُن کے سامنے صرف ایک ہی قسم کا کھانا رکھ دیا جائے تو وہ اس کے کھانے سے ہچکچاتے ہیں۔

5۔ ٹھنڈے کھانے کو پھینک دینا:

بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں جو وہی کھانا کھاتے ہیں جو تازہ ہو۔ ایسا کھانا جو بھی فریزر میں لگا ہو تو اس کا لقمہ اُن کے لیے منہ میں رکھنا ممکن نہیں بلکہ ایسے کھانے کو کچرے میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس چیز سے ارفع سمجھتے ہیں کہ ٹھنڈے کھانے کو گرم کر کے کھائیں اگرچہ اس کا ذائقہ، رنگ اور بو بھی ٹھیک ہو، مگر ایسا صرف عیش پرستی کے لیے کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان کبھی کبھار اپنے لیے اچھے قسم کے کھانے تیار کر لے یا ایسے نفیس کھانے خریدے جن کی قیمت اعلیٰ ہو، مگر ایسا کبھی کبھی ہونا چاہیے۔ اگر یہ بات کسی کی خصلت و عادت بن جائے تو یہی چیز مذموم ہے جسے نہ شریعت مانتی ہے اور نہ ہی عقل۔

6۔ فاخرانہ برتنوں میں ہی کھانا کھانا:

کھانا کھانے کے لیے انتہائی فاخرانہ اور بیش قیمت برتنوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ امیر گھرانے کے لوگوں کو دیکھیں گے جو کہ صرف ٹریڈ مارک رکھنے والی کمپنیوں کے برتنوں میں ہی کھاتے ہیں۔ اُن کے پکانے کے لیے بھی وہ برتن استعمال کرتے ہیں جو بڑی کمپنیوں کے تیار کردہ ہوتے ہیں وہ کسی درمیانے درجہ کے کارخانہ کے تیار کردہ دیگچے، گلاس اور پلیٹیں استعمال کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے۔

7۔ کھانے کے لیے مہنگے ترین ہوٹل کا انتخاب:

بڑے بلند و بالا اور عالمی شہرت رکھنے والے ہوٹلوں کے چکر لگائے جاتے ہیں۔ بس اس ہوٹل اور کسی دوسرے ہوٹل کے کھانے میں فرق صرف ہوٹل کے نام اور اس کی اعلیٰ ڈیکوریشن کا ہوتا ہے، باقی نہیں۔

8۔ کھانے کے ساتھ سوڈا واٹر کو لازم سمجھنا:

یہ بھی عیش پرستی ہے کہ کھانے پینے میں کثرت کے ساتھ سوڈا واٹر اور مختلف انواع کے مشروبات کا استعمال ہو، جنہیں اب کھانے کے ساتھ ضروری سمجھا جانے لگا ہے۔ اب ہر شخص کھانے کے ساتھ یا کھانے کے بعد سوڈا واٹر پینا ضروری سمجھتا ہے۔ یہ کیسے نہ ہو؟ لوگوں کو اس چیز کی انتہائی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ جو کچھ انہوں نے کھایا ہے اُسے ہضم بھی کیا جائے۔ جبکہ انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو بدہضمی میں مبتلا کیا، اپنے پیٹ کو مختلف انواع کے کھانوں اور میٹھے سے بھر لیا۔ اب انہیں ایسی چیز کی ضرورت پڑی ہے جو کھانا ہضم کرنے میں اُن کی مددگار ثابت ہو۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں

آپ کے لیے "جوارش" تیار کردوں؟ آپ نے پوچھا :جوارش کیا ہوتا ہے؟ کہنے لگا: ایک ایسی چیز ہے جب آپ کو کھانا تنگ کرے تو اس کے ہضم کرنے میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں نے تو چار ماہ سے پیٹ بھر کر کھانا ہی نہیں کھایا اور ایسا نہیں کہ مجھے کھانا نہیں ملتا بلکہ میں نے ان لوگوں کے ساتھ وقت گزارا ہے جو کہ ایک وقت سیر ہو کر کھاتے ہیں تو ایک وقت بھوکے رہتے ہیں۔" (الزھد لامام احمد:189)

9۔شادی کی محفلیں اور تقریبات:

شادی بیاہ و دیگر تقریبات پر ہر شخص منفرد چیز پیش کرنے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ شادی کی محفلوں میں فضول خرچی کا نقصان مال ضائع ہونے اور لوگوں میں حسد و بغض کے پھیلنے تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا نقصان دوسرے نوجوانوں تک سرایت کر جاتا ہے۔ بعض لوگ جب اتنے اخراجات دیکھتے ہیں جن کے وہ متحمل نہیں ہو سکتے تو وہ شادی کرنے سے ہی مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔

10۔رہائش گاہیں اور اُن کی آرائش:

کئی خاندان ایسے بھی ہیں جو اپنے گھر کا ساز و سامان مسلسل سلسلہ وار شکل میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ بعض گھرانے تو ہر چھ ماہ کے بعد گھر کے جملہ لوازمات کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ بعض گھرانے سال بعد اور بعض تین یا پانچ سال بعد یعنی جس طرح کی استطاعت ہو۔ رنگ برنگ مختلف قسم کے سامانِ زیب وزینت ملک اور بیرونِ ملک سے طلب کیے جاتے ہیں۔ پھر اس فن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ماہرین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، جنہیں اس ڈیکوریشن کے عوض کے طور پر بھاری رقوم ادا کی جاتی ہیں۔ اب تو واش روم بھی اس قدر زیب وزینت سے تیار کیے جاتے ہیں گویا کہ وہ اعلیٰ قسم کی بیٹھک ہوں۔ جنہیں رنگ برنگی خوشبوئیں، اعلی سنگ مرمر اور بہترین قسم کے شیشوں سے سجایا جاتا ہے۔

11۔نوکر چاکر اور خدمت گار

یہ معاملہ یہاں تک نہیں رہا کہ گھر میں ایک آدھ نوکرانی ہو جو گھر کے امور نبھانے میں گھر والوں کی مدد کرے۔ اب تو معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ ایک گھر میں کئی کئی نوکرانیاں ہیں، جو اپنے اپنے کاموں کی ماہر جانی جاتی ہیں۔ اگر ایک صفائی کے کام کی ماہر ہے تو دوسری کھانا پکانے کی اور تیسری بچوں کی نگہداشت کی، ایسے ہی نوکروں میں ایک مالی ہے جو باغیچہ میں درختوں کی دیکھ بھال کا ماہر ہے تو ایک چوکیدار اور ساتھ ہی ڈرائیور۔ ایسے بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ گھر کے ہر فرد کے لیے الگ الگ ڈرائیور ہو۔ بعض گھرانے تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہاں پر نوکروں اور نوکرانیوں کی تعداد گھر کے افراد سے زیادہ ہوتی ہے۔

12۔موبائل اور دیگر اشیاء:

آئے روز مہنگے ترین موبائل فون خریدنا پھر اُن کے لیے رنگ برنگے غلاف، نیٹ پیکجز اور دیگر لوازمات پورے کرنا بھی عیش پرستی کی صورتوں میں سے ہے۔ اب تو گولڈن نمبر کی فروخت کے لیے بولیاں لگتی ہیں جن میں بعض نمبر ز خیالی حد تک بلند قیمتوں میں فروخت ہوتے ہیں۔

13۔گاڑیاں، اُن کے نمبرز اور زیب وزینت :

ہمارے معاشرے میں عیش پرستی کی پھیلتی ہوئی صورتوں میں سے ایک نئے نئے ماڈل کی گاڑیوں کا التزام بھی ہے۔ سالانہ بنیاد پر نئی گاڑیاں خریدی جاتی ہیں اور پھر اُن کے لیے گولڈن نمبر ز حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی رقوم خرچ کی جاتی ہیں۔ خلیجی ممالک میں سے ایک ملک میں گاڑی کے خصوصی نمبر کے لیے بولی لگائی گئی ، جس میں کئی ملین صرف نمبروں کے حصول پر خرچ کیے گئے۔

14 کھیل کود و تفریح میں مبالغہ :

تفریح اور پکنک کے لیے ایسے ہوٹلز اور شہر آباد کیے گئے ہیں جن کی تعمیر و تیاری پر اربوں خرچ کئے گئے ہیں۔ پھر عوام الناس یہاں پر تشریف لاتے ہیں تا کہ اپنے تفریحی پروگرام سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔ دوسری طرف کھیل اور کھانے کے پوائنٹ ہیں۔ کیا آپ اس کے بارے میں تصور کر سکتے ہیں کہ یہاں پر آنے والے لوگ کس قدر بڑی رقوم ان خدمات کے عوض پیش کرتے ہیں۔

قارئین! یہ زندگی جو عیش پرست لوگ بسر کر رہے ہیں صرف اور صرف دنیا کی زندگی کی زیب وزینت ہے۔ یہ زائل ہو جانے والی نعمتیں ہیں جن کے عطا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد اپنے بندوں کا امتحان لینا ہے اور اس کے بندوں میں سے بہت تھوڑے ہی شکر گزار ہوتے ہیں۔

فضول خرچی کے نقصانات سے بچو اور عیش پرستی کے بُرے انجام سے خبر دار رہو۔ اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں اپنے پیچھے فقر و تنگدستی چھوڑ جاتی ہیں۔ ان کی وجہ سے لوگوں کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایسا کرنے والے ذلیل ورسوا ہو کر رہ جاتے ہیں۔ عیش پرستی اور راحت پسندی اگرچہ تمام لوگوں کے حق میں ہی بری ہے، مگر طلبہ دین، علماء کرام اور داعیان الی اللہ کے لیے یہ بہت ہی بری چیز ہے۔ یہ مرض عوام وخواص میں پھیل چکا ہے، بہت کم ہی لوگ ایسے ہوں گے جو اس سے محفوظ ہوں۔

بہترین امور اعتدال والے ہیں اور پاکیزہ اشیاء کے استعمال میں افراط سے بچنا چاہیے۔ اس لیے کہ افراط انسان کو عیش پرستی اور تکبر کی طرف لے جاتا ہے اس کی وجہ سے انسان شبہات میں واقع ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جو انسان ان چیزوں کا عادی بن جائے، اور کبھی کبھار یہ چیزیں اُسے نہ مل سکیں تو وہ صبر کا دامن چھوڑ کر حرام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جیسا کہ وہ انسان جو اپنے آپ پر تمام حلال چیزوں کو حرام کر لیتا ہے، وہ بھی اس کی وجہ سے راہ حق سے خارج ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں اور ہماری اولادوں کی اصلاح فرمادے اور ہماری زندگیوں کو بقدر کفایت کر دے اور ہمارے معاملات کو سدھار دے۔ آمین

جائز مزاح اور خوش طبعی

مزاح اور خوش طبعی کو اسلام نے ناجائز و ناپسندیدہ قرار نہیں دیا بلکہ فرحتِ نفس کے لیے جھوٹ اور لغو باتوں سے پاک جائز مزاح کرنا مباح ہے اور اس کی متعدد مثالیں نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے بھی ملتی ہیں، جن میں سے چند ایک زینتِ قرطاس ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا، فَقَالَ: «إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا.»(سنن ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في المزاح: 1990، مسند أحمد: 340/2)

”(رسول اللہ ﷺ سے) کہا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ تو ہمارے ساتھ ہنسی مذاق بھی کر لیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن میں سوائے حق بات کے اور کچھ نہیں بولتا۔“

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ ابْنٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ أَبُو عُمَيْرٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ رُبَّمَا مَازَحَهُ إِذَا جَاءَ، فَدَخَلَ يَوْمًا يُمَازِحُهُ، فَوَجَدَهُ حَزِينًا، فَقَالَ: «مَالِي أَرَى أَبَا عُمَيْرٍ حَزِينًا؟» فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَاتَ نُغَرُهُ الَّذِي كَانَ يَلْعَبُ بِهِ، فَجَعَلَ يُنَادِيهِ: «يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ.»

(صحیح بخاری، كتاب الأدب، باب الانبساط إلى الناس: 6129، صحیح مسلم، كتاب الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله إلى صالح يحنكه: 2150)

”اُمِ سُلیم کا ایک بیٹا تھا جسے ابو عمیر کے نام سے پکارا جاتا تھا، وہ جب نبی ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ اس سے مزاح کیا کرتے تھے، ایک روز وہ آیا اور آپ ﷺ اس سے مزاح کرنے لگے تو آپ ﷺ نے اسے غمگین پایا، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے میں ابو عمیر کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟ تو گھر والوں نے بتایا کہ اس کا چڑیا کا بچہ مر گیا ہے جس سے یہ کھیلا کرتا تھا۔ تو آپ ﷺ اسے یوں آواز دینے لگے: اے ابو عمیر! تیرے چڑیا کے بچے نے کیا کر دیا؟“

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ نَاقَةٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ؟» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب ما جاء في المزاح: 4998، سنن ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في المزاح:1991)

”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں، اس نے کہا: اونٹنی کے بچے کا میں کیا کروں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اونٹ کو اونٹنی ہی جنم نہیں دیتی؟“

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب ما جاء في المزاح: 5002، سنن ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في المزاح:1992- مسند أحمد:242/3)

”نبی ﷺ مجھے یا ذَاالْأُذُنَيْنِ (اے دو کانوں والے!) کہا۔“

سیدنا انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرُ بْنُ حَرَامٍ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّهُ وَكَانَ دَمِيمًا، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ، فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يُبْصِرُ فَقَالَ: أَرْسِلْنِي مَنْ هَذَا؟ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ ﷺ، فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْزَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ عَرَفَهُ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ؟.» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِذًا وَاللهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَكِنْ عِنْدَ اللهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ»، أَوْ قَالَ: «لَكِنْ عِنْدَ اللهِ أَنْتَ غَالٍ»(مسند أحمد:161/3، الشمائل المحمدية للترمذی:121)

”زاہر بن حرام نامی ایک دیہاتی شخص تھا، وہ خوبصورت نہیں تھا لیکن نبی ﷺ اسے پسند فرماتے تھے، ایک روز نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور وہ اپنا سامان بیچ رہا تھا، آپ ﷺ نے اسے پیچھے سے اپنی بانہوں میں لے لیا اور آپ ﷺ اسے نظر نہیں آ رہے تھے، اس نے کہا: چھوڑو مجھے، کون ہو؟ جب اس نے توجہ کی تو اس نے نبی ﷺ کو پہچان لیا، تو وہ اپنی پُشت کو نبی ﷺ کے سینۂ مبارک کے ساتھ لگانے لگا اور نبی ﷺ فرمانے لگے: یہ بندہ مجھ سے کون خریدے گا؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! آپ ﷺ مجھے ردّی پائیں گے (یعنی میری بالکل قیمت نہیں ہے)، تو نبی ﷺ نے فرمایا: لیکن اللہ کے ہاں تُو ردّی نہیں ہے، یا یوں فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کے ہاں تُو قیمتی ہے۔“

عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّهُمْ كَانُوا يَسِيرُونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلَى حَبْلٍ مَعَهُ فَأَخَذَهَا فَفَزِعَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب،:5004، مسند أحمد: 362/5، صحيح الجامع للألباني: 7658)

”ہمیں اصحابِ محمد رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ محوِ سفر تھے کہ ان میں سے ایک آدمی سو گیا، ایک اور آدمی اس سے رسّی لینے گیا جو اس کے پاس تھی، اس نے وہ رسّی پکڑی تو وہ (سویا ہوا شخص) گھبر ا گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو گھبر اہٹ میں ڈالے۔“

عبد اللہ بن سائب بن یزید اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ صَاحِبِهِ لَاعِبًا جَادًّا.» وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى: «لَعِبًا وَلَا جِدًّا، وَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا.» (سنن أبوداؤد: 5003، مسند أحمد:221/4)

”تم میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کا سامان مذاق اور حقیقت) کسی صورت (میں) بھی (ہر گز نہ اٹھائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نہ تو مذاق میں اور نہ ہی حقیقت میں اور جس نے اپنے ساتھی کی لاٹھی اُٹھالی ہو اسے وہ بھی واپس کر دینی چاہیے۔“

لعن وطعن سے اجتناب میں سخت تاکید

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّانًا» (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها:2597)

”کسی سچے شخص کے یہ بالکل لائق نہیں ہے کہ وہ بہت زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔“

یعنی جو لعن طعن کرنے والا ہے وہ مرتبۂ صداقت پر فائز نہیں ہو سکتا اور جو صدیق ہے اسے ایسی بے ہودہ حرکت زیب نہیں دیتی اور اس کی شان کے ہی شایاں نہیں ہے۔ سیدنا زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ يُرْسِلُ إِلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ فَتَبِيتُ عِنْدَ نِسَائِهِ وَنُسَائِلُهَا عَنِ الشَّيْءِ، فَقَامَ لَيْلَةً فَدَعَا خَادِمَتَهُ فَأَبْطَأَتْ عَلَيْهِ فَلَعَنَهَا، فَقَالَتْ: لَا تَلْعَنْ، فَإِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّعَّانِينَ لَا يَكُونُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ.» (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة: 2598–سنن أبوداؤد:4907)

”عبد الملک بن مروان اُم درداء رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا کرتے تھے اور ہم ان کی بیویوں کے ہاں رات بسر کرتے تھے اور ان سے کسی چیز کے بارے میں باہم سوال کرتے تھے، ایک رات وہ اُٹھے اور اپنی خادمہ کو بلایا، اس نے آنے میں تھوڑی سستی کی تو انہوں نے اسے لعنت کر دی، اُم درداء رضی اللہ عنہا نے کہا: لعنت مت کرو، کیونکہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: بلاشبہ لعنت کرنے والے روزِ قیامت نہ تو سفارش کرنے والے بن سکیں گے اور نہ ہی گواہی دینے والے۔“

یعنی لعنت وملامت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں شامل ہونے سے قاصر رہے گا، جنہیں روزِ قیامت گواہی دینے اور سفارش کرنے کے اعزاز سے نوازا جائے گا۔

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا نَذْرَ فِيمَا لَا تَمْلِكُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَالَ لِمُؤْمِنٍ: يَا كَافِرُ، فَهُوَ كَقَتْلِهِ.» (السنن الكبرى للبيهقي:23/8، شعب الايمان للبيهقي:3854، اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے:صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من كفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال: 6105، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه:110)

”جو چیز انسان کی ملکیت میں نہ ہو اس میں وہ نذر نہیں مان سکتا، مؤمن پر لعنت کرنا اسے قتل کر دینے کے مترادف ہے، جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کر ڈالا وہ روزِ قیامت اسی کے ذریعے عذاب سے دوچار کیا جائے گا، جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم اٹھائی تو وہ اسی طرح ہو گا جیسے اس نے کہا اور جس نے کسی مؤمن کو کافر کہا تو وہ بھی اس کے قتل کی طرح (گناہ کا مرتکب) ہوا۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَبَّابًا، وَلَا فَحَّاشًا، وَلَا لَعَّانًا، كَانَ يَقُولُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمُعَاتَبَةِ: «مَالَهُ تَرِبَتْ جَبِينُهُ.»(صحيح بخاري: 6031، مسند أحمد:129/3)

”رسول اللہ ﷺ گالم گلوچ، فحش گوئی اور لعن وطعن کرنے والے نہیں تھے، غصے کے وقت بھی کسی کو صرف اتنا ہی فرمایا کرتے تھے: مَالَهُ تَرِبَتْ جَبِينُهُ ”اس کی پیشانی خاک آلود ہو، اسے کیا ہو گیا ہے؟“

تَرِبَتْ جَبِينُهُ عرب کے ہاں بہ طورِ محاورہ بولا جاتا تھا جب کسی پر ناراضگی کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تھا تو تب اسے ایسا کہتے تھے، لیکن اس سے حقیقت مراد نہیں ہوتی تھی۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ يَعْنِي: فَوَعَظَ النَّاسَ ثُمَّ انْصَرَفَ

فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ»، فَقُلْنَ: لِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ»، فَقُلْنَ لَهُ: وَمَا نَقْصُ عَقْلِنَا وَدِينِنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «أَلَيْسَ أَنّ شَهَادَةَ الْمَرْأَةِ مِثْلُ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟»، قُلْنَ: بَلٰى، قَالَ: «فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِكُنَّ، أَوَلَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟.» قُلْنَ: نَعَمْ قَالَ: «فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا.» ثُمّ انْصَرَفَ، فَلَمّا كَانَ إِلٰى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ تَسْتَأْذِنُ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هَذِهِ زَيْنَبُ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ، فَقَالَ: «أَيُّ الزَّيَانِبِ؟.» قِيلَ لَهُ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: «نَعَمْ، ائْذَنُوا لَهَا». فَأُذِنَ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا نَبِيّ اللهِ، أَمَرْتَنَا الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدّقَ بِهِ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:«صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ عَلَيْهِمْ.» (صحيح بخاری، کتاب الزكاة:1462)

”عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ ﷺ عید گاہ میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے نماز پڑھا کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کی، پھر عورتوں کی طرف آئے اور فرمایا:اے عورتوں کی جماعت!صدقہ کیا کرو، کیونکہ میں نے جہنمیوں میں اکثر عورتیں دیکھی ہیں۔ عورتوں نے پوچھا:اے اللہ کے رسول!ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:تم لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ اے عورتوں کی جماعت! میں نے عقل و دین میں ناقص تم سے بڑھ کر ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی کہ جو اچھے بھلے آدمی کی عقل کو بھی ختم کر دیتی ہو۔ عورتوں نے پوچھا:ہماری عقل اور دین کا نقص کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ایک عورت کی گواہی آدمی کی آدھی گواہی کے برابر نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا:کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:یہ تمہاری عقل کی کمی کی وجہ سے ہی تو ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو جاتی ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ پاتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا:جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہی اس میں دین کی کمی کی وجہ ہے۔ پھر آپ ﷺ واپس آگئے، جب اپنے گھر پہنچے تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ حاضری کی اجازت مانگنے لگیں۔ آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ اے اللہ کے رسول!زینب آئی ہیں اور آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے اجازت مانگ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا:کون زینب؟ بتلایا گیا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اسے اجازت دے دو، چنانچہ انہیں اجازت دے دی گئی۔ تو انہوں نے کہا:اے اللہ کے پیغمبر! آپ ﷺ نے ہمیں آج صدقہ وخیرات کا حکم فرمایا ہے، اور میرے پاس کچھ زیورات ہیں جنہیں میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں، جبکہ (میرے خاوند) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وہ اور ان کا بچہ ان لوگوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں جن پر میں نے یہ صدقہ کرنا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے، تمہارا خاوند اور تمہارا بچہ ان لوگوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں جن پر تم صدقہ کرو گی۔“

ابو برزہ روایت کرتے ہیں کہ

أَنّ جَارِيَةً بَيْنَا هِيَ عَلَى رَاحِلَةٍ أَوْ بَعِيرٍ، عَلَيْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَتَضَايَقَ بِهَا الْجَبَلُ، فَأَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيْهَا، فَلَمّا أَبْصَرَتْهُ جَعَلَتْ تَقُولُ: اللّٰهُمّ الْعَنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَاحِبُ الْجَارِيَةِ، لَا تَصْحَبْنَا رَاحِلَةٌ أَوْ بَعِيرٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ مِنَ اللهِ.» (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها:2596، مسند أحمد:420/4)

”ایک لونڈی اونٹ یا کسی سواری پر دو پہاڑوں کے درمیان (سفر کرتی جا رہی) تھی اور اس پر لوگوں کا کچھ سامان بھی لادا ہوا تھا، پہاڑ نے اسے مشکل میں ڈال دیا (یعنی پہاڑی راستہ کافی دشوار گزار تھا) تو رسول اللہ ﷺ کی اس کے پاس آمد ہوئی، اس نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگی: اے اللہ!اس سواری پر لعنت فرما، تو رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا: یہ کس کی لونڈی ہے؟ کوئی سواری یا اونٹ جس پر اللہ کی لعنت کی جائے ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا۔“

اور نبی ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ

أَنّهُ نَهَى عَنْ لَعْنِ الدِّيكِ، وَقَالَ: «إِنّهُ يُوقِظُ لِلصّلَاةِ»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب:5101؛ صحيح الجامع للألباني:7314)

”آپ ﷺ نے مرغ کو گالی دینے سے منع کیا اور فرمایا: یہ نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

أَنّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَعَنَهَا، فَقَالَ النّبِيُّ ﷺ: «لَا تَلْعَنْهَا فَإِنّهَا مَأْمُورَةٌ، وَإِنّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللّعْنَةُ عَلَيْهِ» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في اللعن: 4908؛ سنن ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة: 1978)

”عہد رسالت میں ایک شخص سے ہوا چادر اُڑا کر لے گئی تو اس نے ہوا پر لعنت کر دی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کر، کیونکہ وہ تو (اللہ کے) حکم کی پابند ہے، اور یقیناً جس شخص نے کسی ایسی چیز (یا شخص) پر لعنت بھیجی جس کا وہ اہل نہیں تھا، تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔“

☆☆☆

بیشک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اور اس سے معافی طلب کرتے ہیں اور اس کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کر دے، اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

حمد وثناء کے بعد: میں آپ سب کو اور خود کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے درمیان حفاظت کا ذریعہ بنائیں: واجبات کو ادا کرنے، حرام چیزوں سے بچنے، اور نیکیوں میں جلدی کرنے کے ذریعے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورۃ المائدۃ: 100)

"پس اے عقلمندو! اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہاری نجات ہو۔"

اللہ کے بندو! یہ نبی اکرم ﷺ کی تین وصیتیں ہیں، جو کامیابی کے اصولوں کو جمع کرتی ہیں اور کامیابی کے اسباب کو مختصر کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ

"کامیاب ہو گیا وہ شخص جو اسلام لایا، اور اسے اتنی روزی دی گئی جو اسے کافی ہو، اور اللہ نے اسے جو عطا کیا اس پر اسے مطمئن کر دیا۔" (صحیح مسلم: 1054)

اس عظیم حدیث میں کامیابی کی بشارت ہے، ان تین چیزوں کو حاصل کرنے والے کے لیے! اور کامیابی: جامع نام ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر محبوب چیز کا حاصل ہونا اور ہر ڈر اور خوف سے بچ جانا۔ (بہجۃ قلوب الأبرار: 167)

کامیابی کے پہلے سبب کا آغاز:

دینِ اسلام کی ہدایت سے ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ

"کامیاب ہو گیا وہ جو اسلام لایا۔"

پس اسلام: آپ کا اصل سرمایہ ہے، آپ کی نجات کی بنیاد ہے، اور یہ انسانیت کا دستور اور دارالسلام تک پہنچنے کا اجازت نامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورۃ آل عمران: 85)

"اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

جو شخص اسلام کی کشتی پر سوار ہو گیا: وہ نجات پا گیا اور سلامت رہا، اور جو اس سے پیچھے رہ گیا؛ وہ ہلاک اور پشیمان ہوا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ﴾ (سورۃ الحجر: 2)

"کافر بڑی حسرت کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہو جاتے۔"

علامہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "یہ اُس وقت ہے جب وہ جہنم میں ہوں گے، اور اہل اسلام کو اپنے اسلام کے ذریعے جہنم سے نکلتا دیکھیں گے۔" (البعث والنشور، البیہقی: 77)

جس نے اسلام کو پا لیا؛ اس نے کیا کھویا؟! اور جس نے اسلام کو کھو دیا؛ اس نے کیا پایا؟! نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الدِّينَ إِلَّا لِمَنْ أَحَبَّ؛ فَمَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ الدِّينَ؛ فَقَدْ أَحَبَّهُ

"اللہ تعالیٰ دنیا کو اُس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور جس سے محبت نہیں کرتا، لیکن دین کو صرف اُسے دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے؛ پس جس کو اللہ نے دین دیا؛ اس سے محبت کی ہے۔"

(مسند احمد: 3490؛ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو السلسلۃ الصحیحہ صحیح کہا ہے: 714)

کامیابی کا دوسرا سبب:

کفایت ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَرُزِقَ كَفَافًا» "اور اسے اتنی روزی دی گئی جو اسے کافی ہو۔"

کفایت: یہ ہے کہ انسان کو اتنی روزی ملے جو اس کی ضرورت کو پورا کرے، اور اسے سوال کی ذلت سے بچا لے۔ (مرقاۃ المفاتیح، علی القاري: 8/3234)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"یہ وہ چیز ہے جو حاجات کو دور کرے، اور تکلیف کو ختم کرے، اور عیش کرنے والوں کی طرح نہ بنا دے۔" مزید دیکھئے امام سیوطی صحیح مسلم پر شرح (الدیباج: 3/137)

کفایت ایک سبب ہے جو انسان کو مال کی آزمائش کی برائی اور فقر کی آزمائش کے شر سے بچاتا ہے۔

بعض علماء نے کہا: "کفایت کی حالت: وہ حالت ہے جو فخر کرنے والے مالدار کی سرکشی اور تکلیف دہ فقر سے محفوظ رکھتی ہے۔" (فتح الباری: 11/275)

النَّفسُ تَجزَعُ أَنْ تَكُونَ فَقِيرَةً والفَقْرُ خَيرٌ مِنْ غِنًى يُطْغِيهَا وغِنَى النُّفُوسِ هُوَ الكَفَافُ فَإِنْ أَبَتْ فَجَمِيعُ مَا في الأَرْضِ لا يَكْفِيهَا

جان گھبرا جاتی ہے کہ وہ فقیر ہو جائے فقر بہتر ہے اس غنا سے جو اسے سرکش بنا دے اور اصل غنا نفس کی کفایت ہے، پس اگر یہ (نفس) نہ مانے

تو زمین کی سب چیزیں بھی اسے کافی نہ ہوں گی!

کامیابی کا تیسرا سبب:

قناعت ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ

"اور اللہ نے اسے جو دیا اس پر مطمئن کر دیا۔"

قناعت: حقیقی خزانہ ہے، اور اس کا مالک سب سے غنی ہے، چاہے وہ ننگے پاؤں ہی کیوں نہ ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الغِنَى عَنْ كَثْرَةِ العَرَضِ -أي المال-، ولَكِنّ الغِنَى: غِنَى النَّفْس

"مالداری کثرتِ مال میں نہیں، بلکہ حقیقی مالداری دل کی مالداری ہے۔" (صحیح بخاری: 6081؛ صحیح مسلم 1051)

کتنے ہی مالدار لوگ ہیں جن کے دل فقیر اور حسرت زدہ ہیں، اور کتنے ہی ہاتھوں کے فقیر ہیں جن کے دل غنی اور اللہ کی روزی پر راضی ہیں۔ (بہجۃ قلوب الأبرار، السعدی: 167)

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا: "جو شخص اپنی قلیل چیز سے اس کثیر پر قناعت کرتا ہے جو تیرے پاس ہے؛ تو اس نے تجھے غنا میں برابر کر دیا، اگرچہ تُو قارون ہی کیوں نہ ہو۔" (مداواۃ النفوس: 94)

مؤمن حرام کو ناپسند کرتا ہے، چاہے وہ کثیر ہو، اور حلال پر قناعت کرتا ہے، چاہے وہ کم ہو، اور اس کی قناعت اسے روزی تلاش کرنے سے نہیں روکتی! کیونکہ قناعت کا مطلب سستی کرنا یا کام چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ اسباب اختیار کرنا اور اللہ کے تقسیم پر راضی رہنا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إنّ هَذَا المَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ؛ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ: بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ: لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وكان كالّذِي يَأْكُلُ ولاَ يَشْبَعُ!

"یہ مال سبز و شیریں ہے؛ جو اسے خوش دلی سے لے گا، اس کے لیے اس میں برکت ہوگی، اور جو اسے حرص سے لے گا، اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوگی، اور وہ اس کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔" (صحیح بخاری: 1472؛ صحیح مسلم: 1035)

قناعت غنی اور فقیر دونوں کو درکار ہے؛ کیونکہ یہ دل سے تعلق رکھتی ہے، ہاتھ سے نہیں! ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا: (جب مال تیرے ہاتھ میں ہو اور تیرے دل میں نہ ہو: تو یہ تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا، چاہے کثیر ہو، اور جب مال تیرے دل میں ہو: تو یہ تجھے نقصان دے گا، چاہے تیرے ہاتھ میں کچھ نہ ہو۔ (مدارج السالکین: 1/463)

اور جو اللہ کے دیے پر قناعت کرے: اس کا دل مطمئن ہوتا ہے، اور اس کی زندگی خوشحال ہو جاتی ہے؛ اور اگر قناعت میں صرف دل کا سکون ہی ہوتا؛ تو وہی کافی تھا۔ (روضۃ العقلاء، ابن حبان: 150)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾ (سورۃ النحل: 97)

"جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے۔"

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: "یہ قناعت ہے۔" (تفسیر البغوی: 5/42)

تھوڑا جو تجھے کافی ہو، بہتر ہے اُس زیادہ سے جو تجھے سرکش بنا دے۔ (عدۃ الصابرین، ابن القیم: 202)

اور حدیث میں آیا ہے:

مَا قَلّ وكَفَى؛ خَيْرٌ مِمّا كَثُرَ وأَلْهَى

"جو کم ہو اور کافی ہو؛ وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔" (مسند احمد: 21721؛ مستدرک حاکم: 3662)

مال کی کمی اور زیادتی فضیلت کا معیار نہیں ہے، اور نہ ہی یہ خوشی کا پیمانہ ہے؛ کیونکہ کبھی فاجر کو مال کی کمی سے سزا دی جاتی ہے، اور کبھی اسے مال کی کثرت سے عذاب دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (سورۃ التوبہ: 55)

"سو تو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر، اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں انہیں عذاب دے۔"

میں یہ بات کہتا ہوں، اور اپنے اور آپ کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں ہر گناہ سے؛ پس اُس سے مغفرت مانگو، بیشک وہی بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

اللہ کی حمد ہے اس کی مہربانیوں پر، اور اس کا شکر ہے اس کی توفیق اور بخشش پر، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ کے بندو: یہ تین نبی اکرم ﷺ کی وصیتیں "اسلام، کفایت، اور قناعت" کامیابی اور فلاح کو جمع کرتی ہیں۔ جیسا کہ امام سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"یہ تین چیزیں دین اور دنیا کی بھلائی کو جمع کرتی ہیں؛ کیونکہ جب بندے کو اسلام کی ہدایت ملی، اور اس کے لیے اتنی روزی مہیا ہوئی جو اسے کافی ہو، اور پھر اللہ نے اسے اپنے دیے پر قناعت عطا کی؛ تو اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی۔" (بہجۃ قلوب الأبرار:167)

اور اگر تیری جیب دنیا سے خالی ہو جائے؛ تو ہوشیار رہ کہ تیرا دل دین اور یقین سے خالی نہ ہو! اور جیسے تُو دنیا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اسی طرح آخرت سے غافل نہ ہو۔

﴿وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ (سورة طه: 131)

"اور تیرے رب کا رزق بہتر اور دیرپا ہے۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "نبی ﷺ کی سب سے زیادہ دعا یہ تھی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً، وقِنَا عَذَابَ النّارِ

"اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔" (صحیح بخاری:6026)

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما، اور شرک اور مشرکین کو ذلت نصیب فرما۔

اے اللہ! اپنے خلفاء راشدین، ہدایت یافتہ اماموں یعنی ابو بکر، عمر، عثمان اور علی سے راضی ہو جا، اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ان کے نیک پیروی کرنے والوں سے بھی قیامت کے دن تک راضی ہو جا۔ اے اللہ! غمزدوں کی غمخواری فرما، اور مصیبت زدوں کی مشکلات دور فرما۔ اے اللہ! ہمارے وطنوں کو امن عطا فرما، اور ہمارے ائمہ اور حکمرانوں کو درست راہ دکھا، اور (ہمارے حکمران اور ان کے ولی عہد) کو اپنی پسندیدہ اور رضا کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما، اور ان کی رہنمائی تقویٰ اور نیکی کی طرف فرما۔

اللہ کے بندو:

﴿إِنّ اللهَ يَأْمُرُ بِالعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَآءِ ذِي القُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الفَحْشَاءِ وَالمُنْكَرِ وَالبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلّكُمْ تَذَكّرُونَ﴾

"بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

پس اللہ کا ذکر کرو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو وہ تمہیں زیادہ دے گا۔

﴿وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ وَاللهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾

" اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

☆☆☆

ثمامہ سلیم، والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور متقی لوگوں کے امام ہیں

گزشتہ دنوں لندن میں البر فاؤنڈیشن کی جانب سے سالانہ مقابلۂ قرآن منعقد ہوا، جس میں مولانا قاری حافظ ابو حمنہ ذکاء اللہ سلیم امام وخطیب و استاذ جامع مسجد گرین لین برمنگھم کے فرزند حافظ ثمامہ سلیم بعمر 17 سال نے مکمل قرآن کے مقابلہ میں حصہ لیا اور انعام اول حاصل کیا۔

ماشاء اللہ تبارک اللہ، مولانا شفیق الرحمن شاہین فرزند حضرت مولانا عبد الرزاق مسعود مدظلہ العالیٰ نے یہ خبر دیتے ہوئے مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا اور حفاظ عظام اور علمائے کرام سے گزارش کی ہے کہ وہ اپنے نونہالوں کو حافظ قرآن بنائیں اور دنیا و آخرت میں اس کے بیش بہا ثمرات حاصل کریں۔ اس موقع پر استاذ ڈاکٹر عبد الرب ثاقب ڈڈلی نے کہا کہ سال گزشتہ مجھے حافظ ثمامہ سلیم کی امامت میں نماز تراویح پڑھنے کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ پورے رمضان المبارک میں انہیں کوئی غلطی نہیں آئی اور کسی نے ان کو لقمہ نہیں دیا۔ سبحان اللہ، اتنی کم عمری میں اتنا پکا حفظ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ والدین اور ثمامہ سلیم کی محنت کے ساتھ ساتھ ان پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل وکرم ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال بھی حافظ ثمامہ سلیم نے بیس پاروں کے مقابلہ میں حصہ لیا اور اول انعام کے مستحق قرار دیئے گئے اور خطیر رقم کا نقد انعام حاصل کیے۔ ان دونوں انعاموں کی رقم انہوں نے والدین کے حج بیت اللہ شریف کے لئے دے دی ہے۔

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب نے کہا کہ یہ والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور متقی و پرہیز گار لوگوں کے امام ہیں اور ساتھ ہی ساتھ البر فاؤنڈیشن یو کے کے بانی اور ذمہ دار جو گزشتہ 26 سال سے قرآن حکیم کا یہ مقابلہ کرا رہے ہیں اور ایک خطیر رقم حفاظ کی ہمت افزائی کے لئے خرچ کر رہے ہیں۔ خصوصاً حضرت مولانا شریف احمد حافظ لندن، فاضل مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ اور ان کے بزرگوں اور معاونین اور ان کے بچوں کے لئے صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات ہے جو اللہ کے قرآن حکیم کو بچوں کے سینوں میں اتارنے کے لئے دولت کا خزانہ کھول کر یو کے میں ایک مثالی مقابلہ کرا رہے ہیں۔ اللہ کریم انہیں اور ان کے معاونین کو سلامت رکھے اور قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اس موقع پر قائدین مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ اور دوست و احباب نے قاری ذکاء اللہ سلیم اور حافظ ثمامہ سلیم کو مبارکباد پیش کی اور ان کی سلامتی کے لئے اللہ سے دعا کی ہے۔

☆☆☆

اسقاط حمل میں بہنے والے خون میں نماز کا حکم

سوال: ڈاکٹرز نے میری حاملہ بیوی کے انتہائی مشکل حمل کی بنا پر اسقاط کے لئے انجکشن تجویز کیا ہے، جس کے نتیجے میں خون کا بہنا لازمی ہے، تو کیا اس دوران وہ نماز پڑھنے کی پابند ہوگی؟

جواب: اسقاط حمل کے نتیجے میں بہنے والا خون نفاس ہی کی ایک شکل ہے، اس لئے جب تک خون مکمل بند نہیں ہو جاتا، خاتون کو نماز سے استثناء حاصل ہے۔

کاروبار میں شراکت داری

سوال: میں اپنے ایک دوست کے ساتھ اس کی تجارت میں شراکت کرنا چاہتا ہوں۔ میں صرف ایک خاص رقم دینے کا پابند ہوں گا۔ لیکن میرا شریک ہر ماہ ایک خاص معین رقم مجھے دیتا رہے گا، تو کیا میں ایسا معاہدہ شراکت کر سکتا ہوں؟

جواب: یہ صورت مُضاربہ یا قراض کہلاتی ہے، جس میں ایک فریق صرف اپنے پیسے سے شرکت کرتا ہے اور دوسرا فریق اسے تجارت میں لگاتا ہے۔ یعنی پہلے فریق کا پیسہ شمار ہوگا اور دوسرے فریق کی محنت، اس میں قاعدہ یہ ہے کہ دونوں منافع کی شرح پر اتفاق کر سکتے ہیں یعنی پہلے فریق کو منافع کا نصف ملے گا اور دوسرے کو باقی نصف، یا کوئی بھی دوسری نسبت شرح منافعہ، جیسے ایک کو 60 فیصد اور دوسرے کو 40 فیصد، لیکن اگر خسارہ ہو جاتا ہے۔ تو فریق اول کا خسارہ اس کے پیسے میں سے شمار ہوگا اور فریق ثانی اس لحاظ سے خسارے میں ہوگا کہ اس کی محنت رائیگاں گئی اور اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اب یہ منافع ماہوار بھی دیا جا سکتا ہے اور یکمشت بھی، یعنی اسے ON ACCOUNT رکھا جائے گا۔ یعنی اگر منافع کی رقم میں کمی بیشی ہوتی ہے تو اسے ADJUST کر لیا جائے گا، لیکن جو صورت آپ کے شریک نے تجویز کی ہے کہ وہ آپ کو ہر ماہ ایک معین رقم ادا کرنے کا پابند ہوگا، چاہے اسے منافع زیادہ ہو یا کم، یا چاہے اُسے خسارہ ہو، تو ایسی صورت نا جائز ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر رب المال (پیسے لگانے والا شخص) اگر مضاربت میں معین دراہم اپنے لئے تجویز کر لیتا ہے، تو یہ بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ معاملات عدل وانصاف پر مبنی ہوتے ہیں، اور اس طرح کے معاملات میں مشارکت کے ضمن میں آتے ہیں، اور مشارکت میں ہر پارٹی کے لئے (منافع) کا ایک حصہ لینا جائز ہے جیسے نصف یا ثلث، لیکن اگر معین مقدار مقرر کر لی جائے گی تو یہ عدل نہیں بلکہ ظلم ہوگا۔" (مجموع الفتاوی 28/83)

ایسی ہی صورت یہ ہے کہ یہ ایک فریق کے لئے کل مال کا تین فیصد یا کوئی دوسری نسبت متعین کر لی جائے کہ اتنی رقم ہر ماہ اسے ملتی رہے گی، تو یہ ناجائز ہوگا۔ عدل کا تقاضا ہے کہ نفع میں ہو تو متفقہ نسبت کے برابر تقسیم منافع کی جائے اور اگر نقصان ہو تو دونوں فریق نقصان میں شریک ہوں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

ایسا ہی معاملہ نبی کریم ﷺ نے یہود خیبر کے ساتھ مزارعت کے مسئلہ میں کیا تھا۔

فتح خیبر کے بعد خیبر کی زمین مسلمانوں کی ملکیت میں آچکی تھی۔ نبی ﷺ نے یہودیوں کو وہاں رہنے کی اجازت دی اور پھر ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ وہ اس زمین پر کام کریں گے۔ یعنی زمین کو پانی دینا، درختوں کی دیکھ بھال کرنا اور پھر جو فصل ہوگی تو مسلمان بیت المال کی حیثیت سے نصف پھل کے حقدار ہوں گے اور یہود بحیثیت عامل باقی نصف کے حقدار ہوں گے۔ گویا اگر فصل اچھی ہوئی تو دونوں فریق اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اگر فصل اچھی نہ ہوئی یا کسی آفت کی بنا پر ضائع ہو گئی تو دونوں فریق کچھ نہ حاصل کر پائیں گے۔

نافرمان بیٹے کو کسی فاؤنڈیشن یا ادارے کے سپرد کرنا

سوال: یہ خط ایک درد بھرے والدین کی طرف سے موصول ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا بیٹا اب ساڑھے سولہ سال کا ہو رہا ہے، بولنے میں دقّت (AUTISM) کا شکار ہے۔ کہ جس کی وجہ سے اکثر شدید غصے میں آجاتا ہے جب کہ کوئی چیز اس کی طبیعت پر ناگوار ہو اور ایسی صورت میں وہ ماں باپ پر تشدد کرنے پر بھی اتر آتا ہے۔

اگر گھر میں ایسی صورتحال ہو تو مقامی کونسل ایسے نوجوان کو مستقل رہائش گاہ مہیا کرتی ہے۔ جہاں اسے مناسب مدد اور تعاون حاصل رہتا ہے۔ لڑکے کی بھی خواہش ہے کہ وہ آزاد رہے اور اپنی مرضی سے زندگی گزار سکے۔ ہم اس مسئلہ میں تذبذب کا شکار ہیں، کیا ہمارے لئے جائز ہوگا کہ ہم اسے علیحدہ کر دیں؟

جواب: ماں باپ کی اصل ذمہ داری تو بلوغت کی حد تک ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک لڑکا اپنے پاؤں پر نہیں کھڑا ہو جاتا، والدین

کو اس کی ضروریات پورا کرنے کا خیال رکھنا چاہیے، لیکن یہاں "لاضرر ولاضرار" کی سی کیفیت پائی جاتی ہے کہ نہ تم کسی کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی کسی کی تکلیف سہو۔"

صورت مذکورہ میں لڑکا جوان ہو چکا ہے اور اپنی ایک تکلیف کی بنا پر سمجھنے سمجھانے سے قاصر نظر آتا ہے اور نوبت اس حد تک آچکی ہے کہ جن والدین کی خدمت کرنا اس کا فرض تھا، وہ انہیں اذیت پہنچانے کی حد تک کھڑا نظر آتا ہے۔

یہ ایک نہایت تکلیف دہ صورت ہے۔ بھلا ہو مقامی کونسل کا، جو ایسے ناخلف بچوں کو اپنی گود میں لینے کو تیار ہے، انہیں رہائش بھی مہیا کرتی ہے اور ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھتی ہے اور جن عوارض میں وہ مبتلا ہے، اس کے ازالے کے لئے بھی کوشاں ہے۔ اس لئے آپ کے لئے جائز ہے کہ اُسے کونسل کی رہائشگاہ میں منتقل ہونے کی اجازت دیدیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار سکے۔ لیکن آپ دونوں باقاعدگی سے اس کے پاس جاتے رہیں اور اسے اپنی مادری اور پدری شفقت سے محروم نہ کریں۔ اُس کو نماز، قرآن کی تلاوت کرنے پر بھی رغبت دلاتے رہیں۔ دینی کتب بھی فراہم کرتے رہیں تاکہ وہ جادۂ مستقیم پر گامزن رہے۔ اس کی صلاح و بہبود کے لئے خاص طور پر دعا کرتے رہیں کہ والدین کی اپنی اولاد کے لئے دعا بڑا اونچا مقام رکھتی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ وہ سدھر جائے۔

غیر مسلم ممالک میں والدین کا رہنے پر مجبور کرنا

سوال: ایک خاتون لکھتی ہیں کہ

میں یہاں اپنی والدہ کے پاس آچکی ہوں، لیکن یہاں کے حالات دیکھتے ہوئے میں یہاں رہنا نہیں چاہتی، واپس جانا چاہتی ہوں، تاکہ شادی کر سکوں اور عافیت کے ساتھ زندگی گزار سکوں۔ لیکن میری والدہ اس بات پر شدید برہم ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ تم پہلے یہاں مستقل اقامت کے حکومتی کاغذات حاصل کر لو اور اس کے بعد جہاں جانا ہے جا سکتی ہو۔

ایسی صورت میں جب کہ والدہ شدید غصے میں ہیں، میں کیا کروں؟

جواب: ایک بات تو بدیہی طور پر سب کے علم میں ہے کہ

والدین سے حسن سلوک کیا جائے، ان کے سامنے اُف تک نہ کیا جائے۔ یعنی انہیں قطعاً ناراض نہ کیا جائے۔

اور یہی اسی آیت کا مطلب ہے:

﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾

"اور دنیا میں ان کی صحبت اختیار کرو مگر اچھے انداز میں۔"

لیکن اگر وہ کسی نامناسب بات پر مجبور کریں تو باندازِ حسن ان کی بات کو نظر انداز کیا جائے، ایک غیر اسلامی ملک کی شہریت بعض مصالح کی بنا پر لینا بالکل جائز ہے لیکن اس پر مجبور کیا جانا نامناسب بات ہے، آپ کی شادی کی خواہش کرنا اور اس مقصد کے لیے واپس اپنے ملک جانا ایک خوش آئند بات ہے اور اس کے لئے والدہ کی طلب کہ جس کے حصول میں ایک طویل وقت لگ سکتا ہے، ایک تاخیری حربہ دکھائی دیتا ہے، اس لئے آپ اس مطالبے کو پورا کرنے کی پابند نہیں ہیں۔ لیکن جیسے شروع میں کہا گیا۔ آپ ان سے قطعاً بدتمیزی نہ کریں۔ حسن سلوک سے پیش آتی رہیں، ان کے حق میں دعا بھی کریں اور اللہ سے خاص طور پر یہ دعا بھی کرتی رہیں کہ

وہ آپ کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور ان کے لئے وہ بات مقدر کر دے جو دنیا اور آخرت میں ان کی کامیابی کی ضامن ہو۔

سلفی منہج کی طرف نسبت کرنا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"سلفی منہج کی طرف نسبت کرنے والے پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی نسبت ظاہر کرتا ہے تو اسے قبول کرنا چاہئے، اس بات پر سب کا اتفاق ہے، کیونکہ مذہبِ سلف حق ہی ہو سکتا ہے، اور اگر سلف کی طرف نسبت کا قائل شخص ظاہری اور باطنی ہر دو طرح سے سلف کے ساتھ اتفاق رکھتا ہو تو وہ ایسے مؤمن کی طرح ہے جو باطنی اور ظاہری طور پر حق پر ہے، اور اگر یہ شخص صرف ظاہری طور پر سلف کی موافقت کرتا ہے، باطنی طور پر نہیں تو یہ شخص منافق کے درجہ میں ہے، اس لئے اسکی ظاہری حالت کو مان لیا جائے گا، اور دل کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا، کیونکہ ہمیں لوگوں کے دلوں کا بھید لگانے کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اندر سے کیسے ہیں!۔"

(مجموع الفتاوی: 1/149)

☆☆☆

خوشگوار زندگی

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

"بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خوشگوار زندگی مصائب، امراض اور فقر سے نجات کا نام ہے۔ جبکہ خوشگوار زندگی مطمئن دل، اللہ کی تقدیر پر رضا، فراخی میں شکر اور تنگی میں صبر کا نام ہے۔ محض مال و دولت اور صحت کا وافر ہونا تو انسان کیلیے شقاوت اور تھکاوٹ کا باعث بن جاتا ہے۔" (فتاوی اسلامیہ: 4/64)

☆☆☆

امام ابن المبارک رحمہ اللہ کا قول ہے:

«مَن أراد النّظر إلى وجه خالقه؛ فليعمل عملًا صالحًا،ولا يُخبِر به أحدًا»

"جو اپنے خالق کے چہرے کو دیکھنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ کسی کو بتائے بغیر نیک عمل کرے۔"

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کرامت کہ آسمان سے فرشتہ اتر آیا

حضرت لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے طائف سے ایک خچر کرایہ پر لیا۔ اس آدمی نے اسے سوار کیا اور چلا، ایک جگہ جہاں دو راستے تھے جب وہاں پہنچے تو اس نے کہا: اس راہ پر چلو۔ میں نے کہا: میں اس سے واقف نہیں ہوں۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ اس نے کہا: نہیں، میں پوری طرح واقف ہوں، یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے۔ میں اس کے کہنے پر اسی راہ پر چلا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق ودق بیابان میں ہم پہنچ گئے ہیں، جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ نہایت خطرناک جنگل ہے، ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں سہم گیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا:

ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اترنا ہے میں نے لگام تھام لی وہ اترا اور اپنا تہبند اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا میں اسے قسمیں دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کہا: اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے اس نے کہا:

یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا، میں نے اسے اللہ کا خوف دلایا آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا۔ اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اور اس سے منت سماجت کی کہ تم مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دو۔ اس نے کہا:

اچھا جلدی پڑھ لے۔ میں نے نماز شروع کی لیکن اللہ کی قسم! میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا۔ یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آگئی:

﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ (سورۃ النمل:62)

’یعنی اللہ ہی ہے جو بے قراری کے وقت کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے اور بے بسی بے کسی کو سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔“

پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا، جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھڑ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزہ گھونپ دیا، جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا اور وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔

سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور بہ الحاح کہنے لگا اللہ کے لیے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت اور آفت کو ٹال دیتا ہے میں نے اللہ کا شکر کیا اور اپنا سامان اور خچر لے کر صحیح سالم واپس لوٹا۔ (تاریخ دمشق: 489/19؛ تفسیر ابن کثیر: ج4، سورۃ النمل: 62)

سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی چھڑی کا روشن ہونا

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ پھر آسمان ابر آلود ہوا، اس رات، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے لیے نکلے تو بجلی چمکی ور اس سے قتادہ بن نعمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے قتادہ کیا ہے راز؟ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نماز میں آنے والے لوگ کم ہیں، تو میں اس نماز میں حاضر ہونے کو پسند کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ لو تو پس بیٹھے رہو، یہاں تک کہ میں تم پر گزروں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو ایک چھڑی عطا کی اور فرمایا کہ اسے لے لو، یہ تمہارے آگے دس (ہاتھ) روشن کرے گی اور تمہارے پیچھے دس (ہاتھ) روشن کرے گی، جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور گھر کے کونے میں کالی چیز کو دیکھو تو بات کرنے سے پہلے اس کو مار دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (مجمع الزوائد: 167/2)

سیدنا طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ کا خواب

سیدنا طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس آیا، میں نے کہا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہودی ہیں، میں نے کہا کہ بے شک تم وہ قوم ہو کہ تم عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہو، انہوں نے کہا کہ ”بے شک تم وہ قوم ہو جو کہتے ہو جو اللہ چاہے اور جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہے۔“

پھر میں نے نصاریٰ کی جماعت پر آیا اور کہا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، میں نے کہا کہ

بے شک تم وہ لوگ ہو جو یہ کہتے ہو کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، انہوں نے کہا کہ بے شک تم وہ لوگ ہو جو کہتے ہو: "جو اللہ چاہے اور محمد (ﷺ) چاہے۔"

جب صبح ہوئی تو میں نے لوگوں کو اپنا خواب بیان کیا، پھر اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس خواب کے تعلق سے بیان کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس خواب کو کسی سے بیان کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں، اللہ کے رسول ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حمد وثنا کے بعد کہ طفیل نے خواب دیکھا ہے اور تم میں سے بعض لوگوں کو اس تعلق سے خبر دی ہے کہ تم ایک لفظ کہتے ہو اور مجھے حیا روکتی رہی، لہٰذا تم آئندہ سے 'ماشاء اللہ وشاء محمد' جو اللہ چاہے اور محمد ﷺ چاہے نہ کہو بلکہ صرف ماشاء اللہ جو اللہ چاہے کہو۔ (سنن ابن ماجہ: 2117)

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی ملک الموت سے گزارش

سیدنا سلمہ بن عطیہ الاسدی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ ایک شخص کی عبادت کے لیے گئے جو کہ سکرات کے آخری اسٹیج پر تھا، انہوں نے کہا: اے ملک الموت، اس آدمی پر نرمی کیجیے، راوی نے کہا کہ ملک الموت کہہ رہے تھے کہ میں ہر مؤمن کے لیے رفیق ہوں (میں ہر مؤمن کی روح آسانی سے نکالتا ہوں۔) (الحلیۃ: 1/204)

☆☆☆

تنہائی میں بے چینی کیوں گھیر لیتی ہے؟

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"گناہوں پر پکڑ کی جاتی ہے، علانیہ گناہوں کی علانیہ، خفیہ گناہوں کی خفیہ ..."

(مجموع الفتاوی: 7/295)

قتیل، بے مہری

(علامہ عبداللہ یوسف علی رحمۃ اللہ علیہ)

10 دسمبر 1953ء کو قرآن مجید کا یہ عظیم مترجم اور مفسر لندن میں کسمپرسی کے عالم میں فوت ہوا۔

(1)

کلام پاک الٰہی کی دلنشیں تفسیر
رموز دین وشریعت کی معتبر تشریح
بنائے خشتِ کلیسا اکھاڑ دی کس نے
صحیفہ ہائے مسیح ویہود کا احوال
چراغ جادۂ اسلام کا وہ پروانہ
نگاہِ نقد بھی تحریف پر اشارت بھی
جہان امت مرحوم کا وہ فرد فرید
وہ اک سلیس عیارِ زبانِ افرنگی
وہ ایک گنج گراں مایۂ علوم وفنون
دیار غرب میں تفہیم دین کا آغاز
وہ ایک شمع فروزاں کتاب وحدت کی
شعاعِ نور صلیبوں کے دیس میں چمکی
وہ اپنے آپ میں قاموسِ زندہ وتاباں
ہوئے گمان وتعصب کے چاک کچھ پردے
مگر قتیلِ ستم ہائے یاس دبے مہری
بکھر رہا ہے شب تارِ کذب کا افسوں
کہ تاج سر پہ لیے عظمت وجلالت کا
دلوں میں جاگ رہی ہے صداقت قرآں
دیار غرب کی تاریک وسرد راتوں میں
طلوع صبح صداقت قریب ہے شاید
بھٹکتا پھرتا تھا ویران شاہراہوں پر

☆☆☆

(2)

نہ کوئی دوست، نہ ہمدم نہ ہم سفر کوئی
یہ کس نے ارض مسیحا یوں صدا دی تھی
جگر خراش خموشی، مہیب تنہائی
یہ کس نے سینۂ ظلمت میں نور پھونکا تھا
بدن کو چیرتے تھے زمہریر کے نشتر
یہ کون لایا حرم سے کتابِ ربانی
بکھر کے رہ گیا آخر وہ لالۂ صحرا
طلسم دینِ اقانیم کس نے توڑا تھا
چھنک کے ٹوٹ گیا سازِ زندگی اس کا
نگاہ و دل کو حقیقت شناس کس نے کیا
خبر ہوئی نہ کسی عیش کے شبستاں میں
بتا کے راز اَحد، لم یلد، ولم یولد
پتہ نہ چلا کسی خادم شریعت کو
نوائے حرفِ صداقت کہاں خموش ہوئی
قلم صریر ہدایت کا، کیسے ٹوٹ گیا
ہوائے مرگ کے سفاک و سرد جھونکوں سے
چراغ بزم شریعت پہ آہ کیا گزری

☆☆☆

(3)

خبر کرو کوئی عشرت کی جلوہ گاہوں میں
بتاؤ جا کے یہ دانش وروں کی بستی میں
سناؤ محفلِ ارشاد وعظ میں جا کر
کہ وہ صحیفۂ جاوید کا معانی داں
عظیم شارحِ اسرار نصِ قرآنی
تباہ حال، پریشاں و خستہ تن ہو کر
قریب نصف صدی قبل دشتِ مغرب میں
کنار گور غریباں میں سو گیا جا کر
اب اس کی قبر کا شاید نشان بھی نہ ملے

شاعر: علامہ اطہر نقوی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆

نماز میں قراءت سے متعلق

حدیث نمبر:97

عَنْ البراء بن عازب رضي الله عَنْه : «أَنّ النَّبِيّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ، فَصَلّى الْعِشَاءَ الآخِرَةَ، فَقَرَأَ فِي إِحْدَى الرّكْعَتَيْنِ بِـ(التّينِ وَالزّيْتُونِ) فَمَا سَمِعْتُ أَحَداً أَحْسَنَ صَوْتاً - أَوْ قِرَاءَةً - مِنْهُ ﷺ ».

(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب القراءة في العشاء، برقم 769، ومسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في العشاء، برقم 177- (464))

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ دونوں میں سے کسی ایک رکعت میں سورہ التین والزیتون پڑھی میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو خوبصورت آواز یا خوبصورت قرآت کرتے ہوئے نہیں سنا۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : كَانَ: وہ تھا۔

فِيْ سَفَرٍ :سفر میں۔

2 : صَلّٰى الْعِشَآءَ :عشاء کی نماز پڑھی۔

3 : إِحْدَى الرّكْعَتَيْنِ :دو رکعتوں میں سے ایک رکعت۔

4: أَحْسَنَ صَوْتاً: آواز کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت۔

5: قِرَاءَةً : قرآن مجید پڑھنا۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ عشاء کے ایک سے زائد نام ہیں اس کا ایک نام عشاء اخرۃ یعنی آخری عشاء اس نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغرب کا دوسرا نام عشاء اولی یعنی پہلی عشاء ہے۔ اسی طرح اس کا نام عتمہ یعنی اندھیرے میں پڑھی جانے والی نماز بھی ہے ۔ اور اس کا مشہور نام عشاء ہے۔

2۔ بخاری و مسلم کی بعض روایات میں اسی سورت کی قرات کی ساتھ مطلق عشاء کی نماز کا بھی ذکر ہے یعنی حالت اقامت میں بھی بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ مختصر قرات فرماتے یعنی آپ سورت والتین والزیتون پڑھتے ۔ اور بعض دوسری روایات میں دوسری رکعت میں سورت انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی قرات کا ذکر ہے۔

3۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی قرات کو بھی یاد رکھتے کہ کونسی سورت آپ نے پڑھی یا آپ نے قرآن مجید کا کتنا اور کہاں سے حصہ پڑھا اس سے ان کی نماز کے خشوع وخضوع اور توجہ کے کمال کا پتا چلتا ہے۔

4۔ عشاء کی نماز میں مختصر قرات کرنا بھی سنت و مستحب ہے خصوصاً سفر میں۔

5۔ سفر کے دوران مسافروں کی رعایت کرتے ہوئے امام کا نماز میں قرات مختصر کرنا مستحب اسی طرح باقی معاملات میں بھی مسافروں کا خصوصی لحاظ رکھنا چاہیے کیونکہ سفر میں تھکاوٹ ہوتی اور سفر میں مسافر کو سفر کے لیے زیادہ وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

6۔ نماز کی قرات میں آواز کو بغیر تکلف اور تصنع کے خوبصورت کرنا مسنون اور مستحب عمل ہے اس سے اپنا اور باقی نمازیوں کا خشوع وخضوع بڑھتا ہے اور نماز میں خشوع وخضوع کی بہت اہمیت ہے۔ لیکن قرات میں بہت تکلف یا بناوٹ درست نہیں ہے کیونکہ یہ اخلاص اور خشوع وخضوع کے خلاف ہے۔

نماز میں قرات سے متعلق

حدیث نمبر:98

عَنْ عائشة رضي الله عَنْها : «أَنّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلاً عَلَى سَرِيّةٍ، فَكَانَ يَقْرَأُ لأَصْحَابِهِ فِي صَلاتِهِمْ، فَيَخْتِمُ رضي الله عَنْه (قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ) فَلَمّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالَ : «سَلُوهُ لأَيّ شَيْءٍ يصْنَعُ ذَلِكَ؟» فَسَأَلُوهُ فَقَالَ : لأَنّهَا صِفَةُ الرّحْمنِ عَزّ وَجَلّ، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «أَخْبِرُوهُ : أَنّ اللهَ تَعَالَى يُحِبُّهُ».

(رواه البخاري، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، برقم 7375، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة قل هو الله أحد، برقم 813)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو لشکر کا قائد بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا اور ہر رکعت قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدُ پر ختم کرتا جب وہ واپس لوٹے تو انہوں نے

اسکا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے فرمایا اس سے پوچھو کہ یہ ایسا کیوں کرتا ھے؟ انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا اس میں رحمن عزوجل کی صفت ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ اسے پڑھوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے بتاؤ کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری ؛ صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: بَعَثَ: بھیجا۔

2: سَرِيَّةٌ: لشکر عموماً اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے خود شرکت نہ کی ہو۔

3: يَقْرَأُ: وہ پڑھتا ہے۔

4: لَمَّا رَجَعُوْا: جب وہ واپس لوٹے۔

5: ذَكَرُوْا ذَٰلِكَ: انہوں نے اسکا تذکرہ کیا۔

6: سَلُوْهُ: اس سے پوچھو۔

7: اَنَا أُحِبُّ: میں پسند کرتا ہوں۔

8: أَخْبِرُوْهُ: اسے بتاؤ۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔ توحید کی فضیلت کا ذکر۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کا بیان انتہائی جامع اور مؤثر انداز میں کیا گیا ہے تو اس سورۃ کا بار بار تکرار سے پڑھنا، اس بات کی علامت ہے کہ اس انسان کو اللہ اور اس کی صفات سے محبت و پیار ہے۔

اس لیے اللہ سے محبت اس کی محبت کا باعث بنتی ہے اور وہ بھی اپنے محب کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔۔۔۔

2۔ قرآن حکیم کی بعض سورتیں بعض پر فضیلت رکھتی ہیں سورہ اخلاص ثواب کے اعتبار سے ثلث قرآن کے برابر ہے۔

3۔ اعمال کے ثواب کا تعین نیتوں کے اخلاص کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

4۔ علاقے، جماعت یا لشکر کا امیر عالم فاضل کو بنانا چاہئے۔ اور امیر کو چاہیے کہ وہ نمازوں کی امامت خود کرے۔

5۔ جو اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

6۔ سربراہ کو کسی امیر کے طرز عمل کے بارے میں اصلاح احوال کی غرض سے اطلاع دینا، چغلی اور غیبت تصور نہیں ہو گی۔

7۔ سربراہ کو لوگوں کے معاملات علم و حکمت سے حل کرنے چاہئیں۔

8۔ نماز کی قرات میں سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ سورۃ اخلاص کے بعد صرف دو سورتیں رہ جاتی ہیں اور وہ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھتے تھے۔

9۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو بغیر ترتیب کے جمع کرنا درست ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے۔

10۔ اللہ تعالیٰ کی صفات دو طرح کی ہیں:

ایک ثبوتیہ جیسے أحد اور الصمد

اور دوسری سلبیہ جیسے لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفوا أحد۔

ثبوتیہ سے مراد اثبات ہے اور سلبیہ سے مراد نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کمال ہے اور اللہ تعالیٰ میں کوئی نقص اور عیب نہیں۔

☆☆☆

شادی کی اہمیت اور فضائل

امام ابن القیم رحمہ اللہ شادی کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر شادی کی اہمیت و فضیلت میں صرف۔۔۔

- نبی ﷺ کا روز قیامت اپنی امت کو دیکھ کر خوش ہونا ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- موت کے بعد نیک عمل کا (بصورت صالح اولاد) جاری رہنا ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- ایسی نسل جو اللہ کی وحدانیت اور نبی کی رسالت کی گواہی دیتی ہو، کا پیدا ہونا ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- محرمات سے آنکھوں کا جھک جانا اور شرمگاہ کا محفوظ ہو جانا ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- کسی خاتون کی عصمت کا محفوظ ہو جانا ہی ہوتا تو کافی تھا۔ میاں اور بیوی اپنی حاجت پوری کرتے ہیں، لذت اٹھاتے ہیں اور ان کی نیکیوں کے دفتر بڑھتے چلے جاتے ہیں!
- مرد کا بیوی کے پہننے اوڑھنے، رہنے سہنے اور کھانے پینے پر خرچ کرنے کا ثواب ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- اسلام اور اس کے ماننے والوں کا بڑھنا اور اسلام دشمنوں کا اس پر پیچ و تاب کھانا ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- بہت سی عبادات، جو تارکِ دنیا درویش نہیں بجالا سکتا، کا بجالانا ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- دل کا شہوانی قوت پر قابو پا کر دین و دنیا کیلیے نفع مند کاموں میں مشغول ہو جانا ہی ہوتا تو کافی تھا۔ کیونکہ دل کا شہوانی خیالات میں گھر جانا، اور انسان کا اس سے چھٹکارے کی جد و جہد کرتے رہنا بہت سے مفید کام نہیں ہونے دیتا۔
- بیٹیوں کا، جن کی اس نے اچھی پرورش کی اور ان کی جدائی کا غم سہا، جہنم سے ڈھال بن جانا ہی ہوتا تو کافی تھا۔
- دو بچوں کا کم عمری میں فوت ہونا جو اس کے جنت میں داخلے کا سبب بن جاتے، ہی ہوتا تو بہت کافی تھا۔

اللہ کی خصوصی مدد کا حاصل ہو جانا ہی ہوتا تو بہت کافی تھا۔ کیونکہ جن تین لوگوں کی اعانت اللہ کے ذمے ہے، اس میں ایک پاکیزگی کی خاطر نکاح کرنے والا بھی ہے۔

(بدائع الفوائد: 3/159)

شیخ القرآن و الحدیث، جامع العلوم النقلیۃ والعقلیۃ، حافظ عبدالمنان نورپوری (1940، 2012ء) میں بہت سی خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ آپ بیک وقت ایک کامیاب مدرس، عظیم خطیب اور قابل مناظر تھے۔ آپ ارشاد القاری کے نام سے صحیح البخاری کے عظیم عربی شارح اور فتاویٰ پر مشتمل کتاب احکام و مسائل کے مؤلف تھے۔ آپ کو تحریر اور تقریری مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا جس پر شاہد آپ کے مطبوعہ مناظرے ہیں جو منہ توڑ اور علمی ہیں۔ آپ وسیع العلم اور حلیم الطبع تھے لیکن اس کے باوجود آپ اس میدان میں علماء و طلبہ کے سوا گمنام ہی رہے۔ مناظرے کا انداز آپ کی تدریس کے دوران بھی غالب ہوتا تھا، جو طلبہ کو علم کے ساتھ مناظرے میں بھی مفید ہوتا تھا۔

دین اسلام کے عظیم عالم اور اہل حدیث کے کامیاب وکیل ہونے کے باوجود آپ میں فرقہ وارانہ تشدد اور مسلکی تعصب کی بُو تک نہ تھی۔ دوسرے اَدیان ومذاہب کے علماء و عوام کا اَدب واحترام آپ میں بدرجہ اُتم موجود تھا۔ آپ غصے میں بھی ان باتوں کا خوب خیال رکھتے تھے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھتے تھے۔

آپ قائم اللیل اور صائم الدھر تھے۔ آپ زہدو تقویٰ اور صبر و استقامت کے پہاڑ تھے۔ حق بات منہ پر کرتے تھے۔ غیبت، چغلی، حسد اور بغض سے کوسوں دُور تھے۔ آپ خاموش الطبع تھے اور دوسروں کی بات خاموشی سے سنتے تھے، پوچھنے پر بات کا جواب ضرور دیتے تھے۔ قناعت اور سادگی پسند تھے۔ آپ دین اسلام کی سچائی اور مسلک اہل حدیث کی سچائی کے پیکر و مجسم تھے۔ غرضیکہ اُستاذِ گرامی ہمارے دَورِ پُرفتن میں، آیۃ من آیات اللہ (اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) تھے۔ آپ کی وفات کو بارہ (12) سال کا طویل عرصہ گزر گیا لیکن آپ کی وفات سے آپ کا خلا پُر ہوتا اب تلک نظر نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ پر رحم فرمائے۔ آمین!

جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں پڑھائی سے پہلے آپ کی زیارت اور ایک متمول شخص کا آپ کو "ولی اللہ" (اللہ کا دوست) کہنا:

دارالعلوم اوڈانوالہ میں اپنی تعلیمی فراغت سے کچھ عرصہ پہلے مجھے شدید خواہش اور تمنا تھی کہ میں شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد گوندلوی سے صحیح بخاری پڑھوں۔ جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ کی عمر اس وقت چھیاسی (86) یا ستاسی (87) سال تھی اور گروہِ علماء میں آپ کی سند حدیث، "عالی" تھی۔ یعنی آپ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان سندِ حدیث میں واسطے کم تھے، پس اس نیک خواہش اور نیک تمنا کی تکمیل کے لیے میں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ چلا آیا۔

جامعہ میں میرا پہلا دن تھا، میں استاذِ گرامی حافظ عبدالمنان نورپوری سے ملاقات کے لیے شدّت سے بے تاب تھا۔ ایک اجنبی طالب علم ہونے کی وجہ سے مجھے آپ کے گھر کا علم نہ تھا۔ میں نے مغرب سے ذرا پہلے ایک نوجوان طالب علم کو ساتھ لیا، جامعہ کے جنوب مغرب میں آپ کی مسجد تھی اور اس کے جنوب میں زیر تعمیر مسجد تھی جس کے خطیب آپ کے شاگردِ رشید مولانا محمد رفیق بستانی تھے۔ آپ بھی ہاشمی قبرستان کے راستے میں واقع اس مسجد میں درس قرآن و حدیث کے لیے بعد نماز عشاء تشریف لے جاتے تھے، ہم اس مسجد کے جنوب مشرقی دروازے پر پہنچے تو میں نے ایک پچاس سالہ شخص سے پوچھا کہ حافظ عبدالمنان یہیں ہیں؟ وہ استاذِ گرامی کا مرید تھا، اس نے مسجد کے بڑے کمرے کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

وہ "اللہ کا ولی" لیٹا ہوا ہے۔ ہم کمرے کے اندر گئے تو آپ مسجد کے کچے فرش پر، ایک بوسیدہ صف پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نیند سے بیدار ہوئے اور ہمارے سلام کا جواب دیا، تھوڑی سی بات چیت کے بعد ہم نے نماز مغرب آپ کے پیچھے پڑھی اور جامعہ کی طرف چلے آئے۔ جی ٹی روڈ پر واقع اس معروف صنعتی شہر میں اس فقیر بے نوا کا ایسی چٹائی پر لیٹنا، میرے لیے حیران کن اَمر تھا، جہاں میں نے تو بعض جوان خطباء اور ائمہ کو شہزادوں کی طرح چلتے پھرتے دیکھا تھا۔

استاذِ گرامی سے شرفِ تلمذ:

آپ سے غائبانہ تعارف تو مجھے سن 1974ء سے پہلے کا تھا جب میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔ اس وقت میں مسلک اہلحدیث سے بہت دَور تھا، میں نے آپ کو پہلی بار سن 1980ء میں دارالعلوم اوڈانوالہ

ضلع فیصل آباد میں دیکھا تھا۔ جب آپ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ایک ممتحن کی حیثیت سے تشریف لائے تھے اور واپسی پر یہاں ایک رات قیام کیا تھا، جس کی وجہ سے یہاں علمی رونق دوبالا ہو گئی تھی اور میرے جیسے علم کے پیاسوں نے آپ سے علمی پیاس بجھائی تھی۔

ہمارے شیخ حافظ محمد محدث گوندلوی ؒ (1897ء-1985ء) اس وقت زندہ تھے آپ کی سند، طبقۂ علماء میں عالی تھی۔ آپ سے یہ سند لینے کی مجھے دیرینہ خواہش اور آرزو تھی۔ میں دارالعلوم اوڈانوالہ سے فارغ ہوا تو جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ چلا آیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے میری مذکورہ نیک اور دیرینہ خواہش پوری کردی اور اسی قیام کے دوران میں نے اپنے استاذ گرامی حافظ عبدالمنان نورپوری سے دیگر اکیس طلبہ کے ساتھ، نصابی کتابوں میں سے تفسیر البیضاوی اور شرح العقیدہ الطحاویۃ پڑھی اور اپنے ساتھی شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن ضیاء (جھنگ) کے ساتھ الاتقان فی علوم القرآن للامام جلال الدین السیوطی اور بغیۃ الفحول فی علم الاصول لشیخنا الامام گوندلوی کو پڑھا۔

اس ایک سالہ قیام کے دوران آپ کی مسجد میں آپ کی ہفتہ وار علمی مجالس سے بھی خوب استفادہ کیا، میں آپ کا خطبہ جمعہ بھی سنتا تھا، مجھے خطبہ جمعہ کے لیے کسی مسجد میں جانا نہیں ہوتا تھا، غرض کہ آپ کا وجود مسعود ہی ہمارے لیے کسی جامعہ سے کم نہ تھا۔ آپ سے شرفِ تلمذ کی سعادت میرے لیے آپ کی وفات حسرت آیات تک قائم رہی۔

اساتذہ کرام کا اَدب واحترام:

جامعہ ہذا میں، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ گجراتی بانی جامعہ ہذا، شیخ الحدیث محمد گوندلوی، مفتی عبدالحمید ہزاروی اور شیخ الفقہ مولانا جمعہ خان ہزاروی جیسے اساتذہ کرام کی موجودگی میں آپ نے چالیس یا پچاس سال کے طویل عرصہ تک پڑھایا، علوم مختلفہ کی تدریس میں ان سب کو آپ پر اعتماد کامل تھا اور آپ بھی ان سب کا بہت اَدب واحترام کرتے تھے اور ان کی موجودگی میں خاموش رہتے تھے۔

شیخین اور حافظین کی معروف اصطلاح:

استاذ گرامی مفسر قرآن، مولانا حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی اور حافظ عبدالمنان نورپوری دونوں طالب علمی کے زمانہ میں ساتھی تھے اور گہرے دوست بھی۔ جامعہ میں دونوں اُستاذ تھے اور مسجد میں دونوں امام اور مقتدی بھی۔ ہمارے زمانے میں طلبہ کرام نے ان اساتذہ کرام کے لیے شیخین کی اصطلاح وضع کررکھی تھی کیونکہ وہ صرفی ونحوی اصطلاح میں واحد، تثنیہ اور جمع کے معنی اور فرق کو جانتے تھے، بعد میں یہی اصطلاح دونوں کے لیے حافظین سے معروف ہو گئی تھی۔

ایک منکر حدیث سے مناظرہ:

استاذِ گرامی وسیع المطالعہ اور صاحب تحقیق بھی تھے۔ اس کے ساتھ آپ میں مناظرے کی صلاحیت اور قابلیت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ الاتقان یا بغیۃ الفحول کا درس تھا، میرا ساتھی چھٹی پر تھا جس کا علمی طور پر مجھے بہت فائدہ ہوا۔

استاذِ گرامی نے مجھے فرمایا کہ میں کچھ عرصہ پہلے اَوقاف اکیڈمی، بادشاہی مسجد لاہور میں مقیم تھا، میرے ساتھ بریلوی مسلک کے ایک عالم بھی وہیں مقیم تھے۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا: ایک شخص منکر حدیث ہے، اس نے مجھے بہت تنگ کررکھا ہے، آپ اس کی بات کا جواب دیں، میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ اس منکر حدیث نے مجھ سے کہا:

حدیث وہی مانو جو قرآن کریم کے مطابق ہو۔ میں نے کہا: قرآن کریم میں سے وہ آیت پڑھو جس میں یہ ہو کہ حدیث وہی مانو جو قرآن کریم کے مطابق ہو۔ اس نے میری بات کا جواب نہ دیا، بس اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا، میں نے دوبارہ کہا: وہ آیت پڑھو جس میں یہ ہو کہ حدیث وہی مانو جو قرآن کریم کے مطابق ہوا۔ اس نے دوبارہ میری بات کا جواب نہ دیا بس اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ میں نے کہا: آپ اِدھر اُدھر کی باتیں نہ کریں بس میری بات کا جواب دیں۔ میں نے پھر اپنی بات دہرائی تو وہ خاموش ہو گیا اور اس نے میری بات کا جواب نہ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس بریلوی عالم نے مجھ سے کہا:

آپ نے اس منکر حدیث سے اچھا مناظرہ کیا ہے، وہ اب مجھ سے بات نہیں کرتا، اس نے اب میری جان چھوڑ دی ہے۔

یہ مناظرہ، دلچسپ منہ توڑ اور مختصر ضرور ہے تاہم اس سے واضح ہوتا ہے کہ منکر حدیث منکر قرآن مجید ہے جو اہل قرآن کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور ایسے اصول بناتا ہے جو قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں بلکہ اپنی خواہش پر مبنی ہیں۔

لکھنے کی ترغیب:

میں شیخ الحدیث محدث گوندلوی ؒ کے پاس درس بخاری شریف کے خاص خاص علمی نکات اپنی کاپی پر کچھ عرصہ تک لکھتا رہا، پھر میں نے اپنی ضعف بصر کی وجہ سے لکھنا چھوڑ دیا تھا۔ ماہنامہ محدث لاہور میں شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق سرگودھوی (مرتب فتاویٰ اہل حدیث) اور اس کے مدیر مولانا اکرام اللہ ساجد گیلانی کے درمیان عورت کی گواہی کے درمیان زوردار مکالمہ اور مباحثہ جاری تھا۔

ایک دفعہ درس بخاری کے سماع سے فارغ ہوئے تو شیخ اکبر نے اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا جن کو میں نے اپنے استاذ گرامی سے ذکر کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: آپ حافظ صاحب کی یہ تقریر لکھ لیتے،

اب وقت گزر چکا تھا پس میں اس سعادت سے محروم رہا۔

شاہین آباد میں آپ کا خطبہ جمعہ اور آپ سے ملاقات:
ہمارے شہر سلانوالی اور سرگودھا کے درمیان شاہین آباد ریلوے جنکشن ہے، میں نے وہاں تین سال تک ریلوے اسٹیشن کے سامنے مشرق میں بیری کے درخت کے نیچے نماز جمعہ پڑھایا اور دو(2) عیدین بھی کیونکہ اس وقت مسجد کی عمارت کے لیے ایک اینٹ بھی نہ تھی بس کھلی جگہ اور فرش کچا تھا، مقامی طور پر نمازیوں میں چار گھرانے تھے اور دیگر لوگ آس پاس سے آتے تھے۔

اُستاذِ گرامی کا تعلق پاکستان میں مساجد بنوانے والے ایک ادارے سے تھا، اس لیے جولائی 1989ء میں یہاں کے لوگوں نے آپ کی وساطت سے اس ادارے سے مالی تعاون حاصل کرنے کے لیے، آپ کو خطبہ جمعہ کی دعوت دی۔ مجھے کچھ لوگوں نے یہاں آپ کی آمد کے بارے میں بتادیا تھا۔ اس زمانے میں سلانوالی شہر میں اہل حدیث مسجد نہ تھی بلکہ سرگودھا اور جھنگ کے درمیان طویل فاصلے کے درمیان کسی ریلوے اسٹیشن پر مسجد اہل حدیث نہ تھی اور نہ ہی سلانوالی اور شاہین آباد کے درمیان پکی سڑک تھی۔ میں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ، سخت گرمی میں اپنے سائیکل پر یہاں آپ کی زیارت کے لیے آپ کے میزبان چوہدری محمد شفیع گجر ریلوے ملازم کے سرکاری کوارٹر میں پہنچا، آپ سے علمی و روحانی استفادہ کیا، آپ کے ساتھ کھانا کھایا اور آپ سے اجازت لے کر وہاں سے پانچ کلومیٹر دور چک نمبر 115 شمالی میں خطبہ جمعہ کے لیے روانہ ہوگیا۔

جامعہ محمدیہ میں ایک مدرس مولانا قاضی عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ تھے جو آپ کے شاگرد رشید اور ربانی جامعہ والوں کے رشتہ دار تھے، انہوں نے ایک مجلس میں علماء کرام کے علمی تقابل کے دوران مجھ سے کہا: اگر مفتی سعودی عرب الشیخ عبد العزیز عبد اللہ بن باز، الشیخ محمد ناصر الدین البانی اور الشیخ پیر بدیع الدین شاہ راشدی رحمہم اللہ ان تینوں کے علم کو اکٹھا کر لیا جائے تو حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علم زیادہ ہے۔

میں نے ایک بار استاذ گرامی حافظ عبد المنان رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بڑے حافظ صاحب یعنی حافظ محمد گوندلوی کا علم زیادہ ہے یا الشیخ محمد ناصر الدین البانی کا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ

کتابوں سے تو یہی لگتا ہے کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا علم، حافظ محمد گوندلوی سے زیادہ ہے۔ لیکن میں نے کچھ عرصے بعد اس بارے میں غور کیا تو مجھے آپ کے ایک شاگرد کی بات آپ کی بات سے زیادہ درست معلوم ہوئی کہ ہمارے شیخ گوندلوی نے اپنی مختلف کتابوں میں مختلف علوم کی جن اصطلاحات کا ذکر کیا ہے سوائے اسماء الرجال کے... وہ شیخ البانی، شیخ ابن باز اور پیر بدیع الدین راشدی رحمہم اللہ کی کتابوں میں معدوم ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ

ہمارے شیخ گوندلوی کو مختلف علوم میں اجتہادی مقام حاصل تھا۔ تاہم قرآن وحدیث کے علم میں ان سب علماء کرام کا مقام مسلم ہے اور وہ سب اپنے وقت کے امام تھے۔ نامعلوم کہ استاذ گرامی کے بعد میں ان علماء کرام کے بارے میں یہی رائے قائم تھی یا بدل گئی تھی یا میری رائے درست تھی یا نہیں۔ واللہ اعلم

تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ استاذ گرامی کی بات کا جواب ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، جو علماء کرام کے ہاں معیوب نہیں لیکن مسائل اجتہادیہ میں ان سے اختلاف کے باوجود، ان کا احترام لازم ہے۔ لیکن یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ مختلف اَدیان ومذاہب کے علماء کے پاس استاذ گرامی کی بات کا کوئی جواب نہ تھا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ آپ سے متاثر ہوئے اور وہ آپ کی حسین یادوں کو اب تلک اپنے سینوں میں بسائے ہوئے ہیں۔ استاذ گرامی ایک بیدار مغز، ہوشیار اور فتنوں سے بچنے والے عالم دین تھے، گویا کہ آپ اُٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے اس انتظار میں رہتے تھے کہ کوئی سائل مجھ سے مسئلہ پوچھے اور میں اس کا جواب دوں، تاہم آپ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ بسا اوقات آپ طالب علم کی بات کا جواب دیتے ہوئے اس سے دلیل کا مطالبہ کرتے، اگر وہ جواب دیتا تو مسکراتے ہوئے خاموش ہو جاتے اور اگر وہ جواب نہ دے پاتا تو آپ اس کا جواب دیتے جس سے اس مناظرانہ اصول اور دلیل کی پختگی میں فائدہ ہوتا اور تعلیم و تفہیم میں مدد ملتی۔ دوسرے کی بات کے دوران آپ خاموش رہتے اور اس کی صحیح بات کے مان لینے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔

اُستاذِ گرامی کی جامعہ، شیخ الکل رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں تشریف آوری:
مولانا سعید احمد (ریشم والے رحمۃ اللہ علیہ) نے رمضان المبارک 1405ھ / جون 1985ء میں دورۂ تفسیر القرآن الکریم کا اہتمام کیا جس میں تقریباً 80 طلبہ شامل ہوئے تھے۔ اس کے شیخ، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبد اللہ بڈھیمالویؒ (1909ء-1987ء) تھے۔ استاذ گرامی بھی اس دورے میں تشریف لے گئے، آپ یہاں ایک عالم، ایک خطیب اور ایک طالب علم کی حیثیت سے رہے اور آپ نے ان تینوں حیثیتوں سے اچھا کردار ادا کیا۔

ایک عالم کی حیثیت سے آپ نے ایک دفعہ تمام طلبہ سے علمی خطاب فرمایا اور ایک خطیب کی حیثیت سے آپ نے صلوٰۃ التراویح کے بعد نمازیوں اور طلبہ سے خطاب فرمایا۔ آپ سے پہلے مولانا حافظ محمد یحیٰی عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا۔

آپ کے بعد مولانا قاری عبد الخالق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے

خطاب کیا تھا۔ اسی طرح استاذ گرامی نے حکومتی سرپرستی میں قائم بڑی جامع "گول مسجد" کی ہمارے ساتھ زیارت کی پھر اس کے نزدیک ہی نئی تعمیر کردہ مسجد اہلِ حدیث میں جمعہ کا خطبہ دیا۔ جامعہ ہذا کی انتظامیہ نے اس میں طلبہ کے آنے جانے کے لیے بڑی بس کا انتظام کیا تھا۔

استاذِ گرامی نے ایک عالم ہونے کے باوجود، عاجزی و انکساری کا پیکر بن کر یوں اچھا کردار ادا کیا کہ آپ دوسرے طلبہ یا اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک طالب علم بن کر پندرہ رمضان تک اس دورے میں شامل رہے۔ اسی تاریخ کو الامام محمد گوندلوی گوجرانوالہ میں وفات پا گئے۔

آپ کی غائبانہ نمازِ جنازہ آپ کے پہلے شاگرد حافظ بڈھیمالوی نے جامعہ ہٰذا کی مسجد میں پڑھائی۔ آپ نے حافظ بڈھیمالوی سے سند تفسیر حاصل کی اور آپ سے اجازت لے کر گوجرانوالہ روانہ ہو گئے اور امام گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند حدیث کے وارث بنے اور مَرتے دَم تک اس کا حق ادا کیا۔

میری مطبوعہ کتب پر خوشی کا اظہار اور میری حوصلہ:

2008ء میں میری دوسری کتاب "قرآن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم" کو مولانا محمد سرور عاصم نے اپنے مکتبہ اسلامیہ لاہور سے طبع کیا تو میں اس کے چند نسخے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں اپنے اساتذہ کرام کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرنے کے لیے لے گیا۔

استاذِ گرامی کا گھر جامعہ اور آپ کی مسجد کے درمیان واقع تھا۔ میں وہاں گیا تو آپ نے اپنی مجلس یا اپنے کتب خانے کا دروازہ کھولا، آپ نے اے سی چلایا اور میری ٹھنڈے شربت سے ضیافت فرمائی۔ میں نے آپ کی خدمت میں اپنی مذکورہ کتاب پیش کی تو آپ نے کتاب کا سرورق دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: رانا صاحب! آپ نے اس میں وہ آیات قرآنیہ ذکر کی ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں اُستاد جی! آپ نے کتاب کے اوراق پر سرسری نظر دوڑائی اور فرمایا: رانا صاحب! آپ نے اچھی محنت کی ہے۔

اسی طرح میری تیسری کتاب "کلمہ اسلام کی مختصر تفسیر" 2009ء میں مکتبہ مذکورہ نے چھاپی تو میں نے اپنی ان دونوں کتابوں کو بذریعہ ڈاک اپنے اساتذہ کرام کی خدمت میں ارسال کیا تو آپ نے موبائل فون پر فرمایا:

رانا صاحب! آپ نے اس میں حق بات کھول کر بیان کر دی ہے کہ شکوک و شبہات رفع ہو گئے ہیں۔

بہر حال استاذِ گرامی میرے ان اساتذہ کرام میں سے تھے جنھوں نے دینی و علمی میدان میں میری خوب حوصلہ افزائی فرمائی اور مجھے عزّت بخشی۔ ان کی اسی شفقت کا نتیجہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے اس دورِ پُر فتن میں پیرانہ سالی اور کمزوری و بے بسی کے باوجود اپنی طاقت کے مطابق دین اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے!

کسی شخص کے پاس آپ کا مجھے یاد فرمانا:

مختلف مساجد میں صلوٰۃ جمعہ میں میرا ایک مقتدی، اُستاذِ گرامی کے پاس ایک دینی مسئلے کی تحقیق کے لیے گیا جس کے کسی رشتے دار کی لڑائی کے دوران فائر لگنے سے ٹانگ کٹ گئی تھی۔ اس شخص نے مجھے بتایا کہ حافظ عبد المنان نے اس کا جواب دینے کے بعد، مجھ سے پوچھا کہ آپ کے علاقے میں میرا ایک شاگرد رانا محمد جمیل ہے؟ میں نے کہا: بالکل ہے لیکن اس کے ساتھ لوگ نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا: حق بات کہنے والے کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہے۔ آپ کا اس کے پاس مجھے یاد کرنا اور میری حوصلہ افزائی کرنا یقیناً میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

آپ کا حلیہ:

آپ کا قد، میانہ اور جسم بھرا ہوا تھا لیکن نہ ہلکا اور نہ بھاری، آپ خوبصورت تھے۔ قرآن و سنّت کی تعلیم و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی وجہ سے آپ کا چہرہ نورانیت سے معمور تھا۔ رنگ گندمی مائل، آنکھیں موٹی، ناک لمبی، داڑھی لمبی اور بھری ہوئی، سر کے بال کبھی کانوں کی لو تک اور کبھی درمیان گردن تک اور کبھی دونوں کندھوں پر گرے ہوئے اور سر کے بالوں میں مانگ ہوتی تھی جو بڑے رُومال کو اُتارتے وقت نظر آتی تھی۔ آپ رومال کو اپنے سر پر پگڑی کی طرح باندھتے تھے۔ میں نے بیس سال تک آپ کے بال سیاہ دیکھے اور آخری دس سالوں میں آپ کے سیاہ بالوں میں تھوڑی سی چاندی چمکنے لگی تھی۔ مونچھیں منڈواتے تھے۔ عام طور پر شلوار قمیص اور سادہ بند جوتا پہنتے تھے۔ کبھی کبھی تہبند اور قمیص بغیر کالر کے، شلوار یا تہبند اپنی نصف پنڈلی تک باندھتے تھے۔

فوتگی کے دن آپ کی قبر پر دعاء کے بعد اذانِ مغرب ہو رہی تھی، بڑی مشکل سے ہم نے مولانا محمد عبد اللہ نثار کی مسجد میں مغرب کی جماعت کو پایا تو نماز سے فراغت کے بعد مولانا نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ایک مالدار شخص کو کسی نے کہا کہ

حافظ عبد المنان کا مکان سولنگ سے نیچے ہو گیا ہے، بارش کا پانی ان کے گھر کے اندر چلا جاتا ہے اور وہ اس پانی کو بالٹی کے ذریعے گھر سے باہر نکالتے ہیں۔ وہ شخص حافظ صاحب سے مالی تعاون کے لیے آپ کی مسجد میں گیا۔ اس نے کسی شخص سے پوچھا کہ حافظ عبد المنان کہاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ وہ بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے حافظ صاحب سے پوچھا: آپ حافظ عبد المنان ہیں؟ آپ نے کہا: میں ہی ہوں، اس نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ آپ کا مکان سولنگ سے نیچے ہے اور میں آپ کے مکان کی تعمیر کروانا چاہتا ہوں تو حافظ

صاحب نے فرمایا: وہ عبد المنان کوئی اور ہو گا، میں نہیں ہوں۔ یہ تھا حافظ صاحب کا زہد و قناعت... میں آپ کے شاگرد پر تقصیر ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ اگر استاذِ گرامی اس شخص کی اس مالی پیشکش کو قبول فرمالیتے تو یہ کوئی برائی نہ تھی لیکن آپ نے اپنے کمال استغناء و قناعت سے اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔ استاذ گرامی کانوں کے کچے نہ تھے۔ بعض طلبہ نے مجھے پریشان کرنے کے لیے چند مرتبہ آپ سے میری شکایت کی لیکن آپ نے میری تائید و حمایت کی جس کی وجہ سے وہ طلبہ خاموش ہو گئے اور مجھے بہت حوصلہ ملا، آپ وقتاً فوقتاً میری اصلاح فرماتے رہتے تھے۔

آپ کا مطالعہ اور اتقان: آپ مختلف علوم دینیہ کے جامع الکمالات تھے بلکہ ان کے ماہر، نقاد اور محقق تھے۔ خاص طور پر بہت سے علماء علم حدیث میں رواۃ حدیث کے باب میں ان کے صحیح اور ضعیف ہونے میں تساہل وتغافل میں مبتلا ہیں لیکن آپ ان کی جرح و تعدیل پر گہری نظر رکھتے تھے۔ کتب و رسائل کے مطالعہ پر آپ کی گہری توجہ تھی، جامعہ میں جب طلبہ کو آپ کے پاس درس کے لیے آنے میں دیر ہو جاتی تو آپ کسی کتاب کی عبارت پر اپنے داہنے ہاتھ کی اُنگلی رکھ کر اس کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تھے گویا کہ آپ اسے حفظ کر رہے ہیں، آپ کا یہ حفظ و اتقان، آپ کی گفتگو سے بھی عیاں ہوتا تھا۔ جامعہ میں میرے قیام کے دوران، آپ نے امام ابن قیم رحمہ اللہ کی ضخیم کتاب "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" کی آٹھ جلدوں کا (شیخ عبد القادر الارنوط اور شیخ شعیب الارنوط کی تحقیق) طلبہ کے اسی آنے جانے کے وقفہ میں مطالعہ کیا۔ ہمارے شہر میں ایک شخص مفتی صاحب کے نام سے مشہور تھا، اس وقت شہر سلانوالی میں مسجد اہل حدیث نہ تھی۔

میں 1995ء میں ریلوے کوارٹر کی مسجد میں تقریباً سترہ ماہ تک خطبات جمعہ کیلئے جاتا رہا۔ یہ مفتی صاحب میرے پیچھے اس مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔ میں نے اس کے محلے چانن پورہ میں جامع مسجد رحمانیہ (دیو بندی مماتی) میں 1985ء میں بعد نمازِ عشاء پہلی دفعہ قرآن و حدیث کا درس دیا تھا۔ اس مفتی صاحب، اس کے والد گرامی اور اس کے دادا جی سے ملا تھا۔ اگلے سال سرگودھا سے واپسی پر وہ مجھے سلانوالی ریلوے اسٹیشن سے باہر ملا تو وہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی (کراچی) کے نئے فتنے کی مجھ سے وکالت کرنے لگا۔ میں نے اسے اس کے جھوٹ و دجل کے بارے میں بتایا لیکن افسوس! میرے بتانے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا پھر وہ جماعۃ المسلمین اور مرکز الدعوۃ سے ملا رہا اور وہ ان گروہوں کے بعض مسائل میں میرا مخالف بھی رہا۔ اس نے بعض مسائل میں مجھ سے علمی استفادہ بھی کیا اور بعض دفعہ اس نے لوگوں سے میرے بارے میں کہا کہ رانا صاحب میرے استاذ ہیں، یہ کہانی بہت طویل ہے۔ 1995ء میں وہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک دفعہ خالی پیریڈ میں مجھے ملا اور کہا کہ رانا صاحب! میں نے یہ جماعت چھوڑ دی ہے۔ اب میں کیا کروں؟ میں نے جواب میں اس سے کہا: آپ اندرا گاندھی سے مل جائیے۔ مفتی صاحب اور اس کے ساتھیوں نے میرا یہ جواب سنا تو وہ خوب ہنسے اور میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

☆☆☆

لوگوں کی اذیت سے بچنے کا طریقہ

آپ لوگوں کے ساتھ کتنا بھی احسان کریں پھر بھی آپ ان کی اذیت سے محفوظ نہیں رہ سکتے: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: لوگوں کی اذیتوں سے بچنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: درج ذیل چیزوں پر عمل کرو:

1- تم انھیں دیتے اور نوازتے رہو مگر ان سے کبھی لینے کی امید مت رکھو۔

2- لوگ تمہیں تکلیف پہنچائیں تو تم بدلے میں انھیں تکلیف نہ دو۔

3- ان کی ضرورتوں کو پورا کرو مگر کبھی ان سے تم اپنی ضرورت پوری کرنے کا مطالبہ نہ کرو۔

سائل یہ جواب سن کر کہنے لگا: امام صاحب! اس پر عمل کرنا تو بہت مشکل ہے۔

امام احمد بن حنبل نے جواب دیا:

"اے کاش! اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود تم ان کی اذیت سے محفوظ رہ جاؤ۔"

(سیر أعلام النبلاء: / الجزء 11 الطبقة 12)

☆☆☆

درود شریف: بھلائی کا دروازہ

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عباد الله تعاهدوا الصّلاة على حبيبنا محمّد صلى الله عليه وسلم، لأنّ الله تعالى إذا أراد بعبده خيرًا، يسّر لسانه للصّلاة على محمّد صلى الله عليه وسلم."

"اللہ کے بندوں حبیبِ الٰہی سیدنا محمد ﷺ پر درود بھیجنے کو لازم پکڑو، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زبان پر محمد ﷺ پر درود کو جاری و ساری کر دیتا ہے۔"

(بُستان الوَاعظین: 300/1)

☆☆☆

فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بنیے

شیخ سعد الخثلان فرماتے ہیں کہ "کوشش کریں کہ روزانہ صدقہ کریں خواہ بالکل معمولی سا ہو، تاکہ آپ فرشتے کی اس یومیہ دعا کے مستحق بن جائیں: اے اللہ! خرچ کرنے والے کا مال باقی رکھ۔"

دعا

دعا عبادت ہے

دعا عبادات کی اہم ترین قسم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اَلدُّعَاءُ هوَالْعِبَادَة »

”دعا ہی عبادت ہے۔“ (جامع ترمذی: 2669)

دعا کی دو قسمیں ہیں:

1۔ دعاے عبادت

اس سے ہر وہ عمل مقصود ہے جسے انسان بہ طور عبادت اپنے پروردگار کے لیے سر انجام دیتا ہے، مثلاً: نماز، روزہ، حج اور صدقہ وغیرہ۔

عبادت کو دعا اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں؛ گویا انسان جب یہ اعمال بجالاتا ہے تو وہ خدا سے رحمت اور جنت میں داخلے کا طلب گار ہوتا ہے۔

2۔ دعاے مسئلہ

اس سے مراد وہ دعا ہے جس میں سوال اور طلب ہو، مثلاً یہ کہنا: اَللّٰهمّ ارْحَمْنِیْ، رَبِّ اغْفِرْلِیْ ”بارِ الٰہا! مجھ پر رحم فرما، میرے رب میری بخشش فرما۔“

3۔ دعاے غیر اللہ

دعا عبادات ہے، اس لیے اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور سے دعا کرنے والا شخص مشرک اور کافر ہے۔

اس کی دلیل اللہ رب العزت کا یہ ارشاد مبارکہ ہے:

﴿ وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴾(سورۃ المؤمنون: 117)

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش کرتا ہے، اُس کے پاس اِس کی کوئی سند نہیں ہے، سو اُس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے؛ بے شبہہ کافر لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔“

دم اور جھاڑ پھونک (الرُّقیٰ)

تعریف

لغوی اعتبار سے لفظ رُقیٰ، رُقْیۃ کی جمع ہے جس کے معنی جھاڑ پھونک اور دم کے ہیں۔

از رُوے شریعت اس سے مراد وہ آیات و اذکار اور دعائیں ہیں جو مریض پر پڑھ کر پھونکی جاتی ہیں۔

دم کے اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ جائز دم اور جھاڑ پھونک　　2۔ ناجائز دم

ان کی وضاحت درج ذیل ہے:

1۔ جائز دم

اہل علم کا اجماع ہے کہ جس دم میں درج ذیل تین شرطیں پوری ہوں، وہ جائز ہے:

1۔ وہ واضح عربی زبان میں ہو اور اس کے معنی معلوم و معروف ہوں۔

2۔ دم اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسما و صفات پر مشتمل ہو۔

3۔ اس پر کلی اعتماد نہ کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دم بہ ذاتِ خود موثر نہیں بل کہ تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔

2۔ ممنوع جھاڑ پھونک

جس میں جائز دم کی مندرجہ بالا شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی کم ہو، تو وہ دم ناجائز اور حرام ہے۔

سنت سے دم اور جھاڑ پھونک کی دلیل

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إنّ الرُّقَی وَالتّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ »

”بے شبہہ جھاڑ پھونک (دم)، تعویز گنڈے اور باہمی عشق و محبت پیدا کرنے کے لیے تیار کی جانے والی چیزیں، یہ سب شرک ہیں۔“

(مسند احمد: 1/ 381؛ سنن ابو داؤد: 3883)

ان تینوں امور میں سے دَم کی رخصت ہے، بہ شرطے کہ وہ شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہو۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«اعْرِضُوا عَلَيّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَی مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ »

”اپنے دم میرے سامنے پیش کرو؛ جس دم میں شرکیہ کلمات شامل نہ ہوں، اُس میں کوئی حرج نہیں۔“

(صحیح مسلم: 2200؛ سنن ابو داؤد: 3886)

مطلب یہ کہ ایسا دم جائز ہے۔

تعویذ گنڈے (التَّمائِم)

تعریف

لغوی اعتبار سے التَّمائم کا لفظ تمیمَۃ کی جمع ہے جس کے معنی تعویذ کے ہیں۔

اصطلاحی پہلو سے اس سے مراد وہ چیز ہے جو نظر بد سے حفاظت کے پیش نظر بچوں کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے۔

تعویذ کے اقسام

1۔ قرآنی اور نبوی دعاؤں پر مشتمل تعویذ

ان کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ درج ذیل تین وجوہ کی بنا پر ممنوع ہیں:

ا۔ شریعت میں تعویذوں کی عمومی ممانعت موجود ہے، لہٰذا یہ بھی اسی عموم میں داخل ہیں کیوں کہ ان کی خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں۔

ب۔ یہ سد الذریعہ کے طور پر جائز نہیں؛ اس لیے کہ ان قرآنی تعویذوں سے حرام تعویذ گنڈے کی راہیں کھل سکتی ہیں۔

ج۔ اس سے قرآن مجید کی اہانت اور بے ادبی کا اندیشہ ہے کیوں کہ قرآنی تعویذ پہننے والا لا محالہ قضاے حاجت کے لیے بیت الخلا میں جائے گا جو توہینِ قرآن کا باعث ہے۔

(قرآنی اور مسنون اذکار و ادعیہ پر مشتمل تعویذات کے بارے میں اہل علم کے ہاں تین نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں: ایک جواز، دوسرا ممانعت اور تیسرا توقف۔

1۔ قائلین جواز میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا سعید بن المسیب، سیدنا عطاء، سیدنا ابو جعفر الباقر اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

اسی طرح حافظ ابن عبد البر، امام بیہقی اور امام قرطبی بھی اس مسلک کے قائل ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم کا ظاہر قول بھی یہی ہے۔

2۔ مانعین میں سیدنا ابن مسعود، سیدنا ابن عباس، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہم اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اسماے گرامی نمایاں ہیں۔ معاصر کبار سلفی علما مثلاً سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب، علامہ عبد الرحمن بن ناصر بن سعدی، شیخ ابن باز اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہم بھی یہی راے رکھتے ہیں۔

3۔ تعویذ کے مسئلہ میں توقف کا موقف ماضی قریب کے جلیل القدر عالم دین شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ ان کے بہ قول قرآنی تعویذ کا ترک اولیٰ ہے لیکن اسے مطلقاً حرام کہتے میں انھیں تامل ہے۔

بنظر غائر دیکھا جائے تو قائلین جواز کا قول ہی راجح نظر آتا ہے کیوں کہ مانعین نے جن تین وجوہ کی بنا پر ممانعت کا موقف اپنایا ہے، اُن میں سے آخری دو وجہیں (شرکیہ تعویذات کی راہ کھلنے کا خطرہ اور اہانتِ قرآن کا اندیشہ) اضافی نوعیت کی ہیں؛ گویا اگر قرآنی تعویذات شرکیہ تعویذوں یا قرآن کی بے ادبی کا ذریعہ نہ بنیں تو اصلاً یہ جائز ہیں۔

رہی یہ بات کہ

حدیث شریف میں تعویذات کی عمومی ممانعت آئی ہے اور قرآنی تعویذ بھی اسی عموم میں داخل ہونے کہ وجہ سے حرام ہیں، تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل سے ان کی تخصیص ہو جاتی ہے۔ نیز مسئلہ کی نوعیت سے معلوم ہوتا کہ کہ اس میں اجتہاد کو دخل نہیں، فلہٰذا اِن صحابہ کے آثار حکماً مرفوع شمار ہوں گے۔

مسئلہ زیر بحث پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو:

مغنی المرید الجامع لشروح کتاب التوحید، 2: 924-915، تالیف: عبد المنعم ابراہیم۔ فاضل مؤلّف نے اس مسئلے پر مفصل کلام کیا ہے اور تمام گروہوں کے دلائل پیش کر کے ان کا تجزیہ کرتے ہوئے قرآنی اور مسنون دعاؤں پر مشتمل تعویذوں کے جواز ہی کو راجح قرار دیا ہے؛ یہ پوری بحث انتہائی نفیس اور قابل مطالعہ ہے۔

یہ تو تھا مسئلے کی توجیہ و تاویل کا ایک علمی رخ؛ تاہم مفسر قرآن علامہ حافظ صلاح الدین صاحب یوسف رحمہ اللہ اس قضیے کو ایک دوسرے زاویے سے دیکھتے ہیں۔ اُن کی راے میں قرآنی یا مسنون دعاؤں پر مشتمل تعویذوں کے جواز یا عدم جواز کی بحث تو اس صورت میں ہو سکتی ہے، جب ان کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھا جائے لیکن اگر ان کو ایک ذریعۂ علاج کے طور پر دیکھا جائے تو یہ بحث سرے سے ختم ہو جاتی ہے کیوں کہ علاج معالجے کے دیگر طریقوں کی طرح یہ تعویذ بھی علاج کے زمرے میں آتے ہیں جنھیں کسی طور ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا کہ تجربات سے ان کی افادیت ثابت ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم))

2۔ غیر قرآنی اور غیر مسنون امور پر مشتمل تعویذ

مثلاً ان میں جنوں اور شیطانوں کے نام لکھے ہوں، یا لکیریں اور اعداد کے نقوش بنائے گئے ہوں جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہ آتا ہو؛ تو یہ قطعی طور پر حرام ہیں، نیز ایسے تعویذ پہننا شرک ہے کیوں کہ اس میں غیر اللہ سے تعلق کا اظہار ہے۔

خلاصہ

ہر قسم کے تعویذ حرام اور ممنوع ہیں، خواہ قرآنی ہوں یا غیر قرآنی؛ نیز غیر قرآنی اور غیر مسنون تعویذ حرام ہونے کے ساتھ ساتھ شرک بھی ہیں۔

اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

إِنّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ

”بے شبہہ جھاڑ پھونک (دم)، تعویذ گنڈے اور حبّ کے اعمال سب شرک ہیں۔“ (مسند احمد: 1/ 381؛ سنن ابو داؤد: 3883)

تبرک

مفہوم

لغت کی رُو سے تبرّک کے معنی ہیں: كَثْرَةُ الشَّيْءِ وَ ثُبُوْتُه

کسی شے کی کثرت اور اس کا ثبوت و دوام۔

شرعی اعتبار سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شے سے برکت طلب کی جائے، اس کی امید کی جائے اور اس کا اعتقاد رکھا جائے۔

تبرک کے اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ مشروع تبرک 2۔ ممنوع تبرک

مشروع تبرک

اس میں درج ذیل امور شامل ہیں:

1۔ نبی مکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہونے والی اشیا سے تبرک لینا؛ یہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ خاص تھا اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ممکن تھا۔ (فاضل مؤلّف کا یہ کہنا محل نظر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے آثار سے تبرک محض آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں ممکن تھا۔ کتب حدیث میں ایسی بہت سے روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کے آثار سے حصول برکت کے خواہاں رہتے تھے؛ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول مکرم ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں صحابیِ رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے اہل خاندان کی جانب سے ملے ہیں۔ اس پر سیدنا عبیدہ کہنے لگے کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال بھی ہو تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے عزیز ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان، حدیث 168)

اسی طرح صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک جبہ مبارک تھا؛ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو وہ جبہ ان کی ہمشیرہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اُن کا بیان ہے کہ ہم شفا پانے کے لیے اس کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال آنیۃ الذھب الفضۃ علی الرجال حدیث 2069)

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث کے مطابق ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول معظم ﷺ کے کچھ بال مبارک تھے۔ جب کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ پانی کا برتن ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیجتا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی مکرم ﷺ کے بابرکت بالوں کو دھو کر ان کا پانی دے دیتیں جس سے بیمار شفا پاتے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب، حدیث: 5896؛ فتح الباری: 10 / 364)

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی روایات و آثار کتب حدیث میں مروی ہیں جنھیں طوالت سے بچتے ہوئے بیان نہیں کیا جا رہا؛ تاہم مندرجہ بالا روایاتِ صحیحہ سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ آثارِ نبوی سے تبرک محض نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ہی سے خاص نہیں بل کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان سے خیر و برکت حاصل کی جاسکتی ہے جیسا کہ صحابہ و سلف رضی اللہ عنہم کا طریق کار تھا۔ البتہ یہاں ایک نکتہ قابل توجہ ہے کہ اہل علم کے مطابق آج کے دور میں رسول اکرم ﷺ کے آثار (لباس، بال مبارک) کا وجود قطعی اور حتمی دلیل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اس باب میں کوئی یقینی بات کہنا ممکن نہیں ہے۔ (التوسل انواعہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ ص: 146) (مترجم))

2۔ مشروع اقوال و افعال سے تبرک لینا؛ یعنی اگر انسان انھیں بجالائے تو اسے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے، مثلاً: تلاوت قرآن، ذکرِ الٰہی اور علم و حکمت کی مجلسوں میں شریک ہونا۔

3۔ اُن مقامات سے تبرک لینا جنھیں خدا نے بابرکت بنایا ہے، مثلاً: مساجد اور مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ملک شام کے مقدس و متبرک مقامات۔

ان سے حصولِ برکت کے معنی یہ ہیں کہ وہاں خیر اور بھلائی کے کام کیے جائیں اور شریعت کے مقرر کردہ اعمال کے ذریعے باری تعالیٰ کی عبادت کی جائے؛ یہ مقصود نہیں کہ ان کی دیواروں اور ستونوں کو چھوا اور چوما چاٹا جائے۔

4۔ ان اوقات و لمحات سے برکت حاصل کرنا جنھیں اللہ عزوجل نے فضل و برکت کی زیادتی کے ساتھ خاص کیا ہے، مثلاً: ماہِ رمضان المبارک، عشرۂ ذی الحجہ، شبِ قدر اور ہر رات کا آخری تہائی حصہ۔

ان اوقات میں طلبِ خیر و برکت کا طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کے ذریعے خدا کی بندگی کی جائے۔

5۔ کھانے پینے کی جن اشیا میں باری تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، اُن سے تبرک حاصل کیا جائے، مثلاً: زیتون کا تیل، شہد، دودھ، کلونجی اور آبِ زم زم۔

(فائدہ: آبِ زم زم کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ اِسے ایک جگہ سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے سے اس کی خیر و برکت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔)

ممنوع تبرک

اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ مختلف مقامات اور جمادات سے تبرک

اس کی کئی صورتیں ہیں:

ا۔ جن جگہوں کا مبارک ہونا شرعاً ثابت ہے، وہاں کی دیواروں کو چھونا؛ کھڑکیوں اور ستونوں کو چومنا؛ ان مقامات کی مٹی سے حصولِ شفا کا اعتقاد رکھنا۔

ب۔ نیک اور صالح لوگوں کی قبروں اور مزرات سے برکت کا طالب ہونا۔

ج۔ اُن مقامات سے تبرک لینا جو بعض تاریخی واقعات کے حوالے سے معروف ہیں، مثلاً رسول اکرم ﷺ کی جائے ولادت (مولد)، غارِ حرا اور غارِ

ثور وغیرہ۔

2۔ مختلف اوقات اور زمانوں سے تبرک

اس میں امورِ ذیل شامل ہیں:

ا۔ جن اوقات ولمحات کی فضیلت وبرکت شرعاً ثابت ہے، اُن میں غیر مشروع اعمال اور بدعت پر مبنی عبادات بجالانا۔

ب۔ ان اوقات اور زمانوں سے خیر وبرکت کا حصول چاہنا جن کا متبرک ہونا شریعت سے ثابت ہی نہ ہو، مثلاً: میلاد النبی ﷺ کے دن عید منانا، شبِ معراج، شب براءت (پندرہ شعبان) اور دیگر ایسی راتوں میں خصوصی عبادت کرنا جو مختلف تاریخی حوادث وواقعات کے حوالے سے مشہور ہیں۔

3۔ صالحین اور ان کے آثار سے تبرک

واضح رہے کہ رسول معظم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ اور آپ ﷺ کے آثار کے سوا کسی انسان کی ذات یا آثار سے تبرک لینا ممنوع ہے اور نبی مکرم ﷺ کا معاملہ بھی آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے خاص تھا۔ (علما کے ایک گروہ کی رائے ہے کہ اولیا وصالحین سے تبرک ممنوع ہے کیوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے آثار سے یہ معاملہ نہیں کیا۔ ان میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی موجود تھی جسے انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد افضل البشر ہونے کا اعزا حاصل ہے لیکن کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات یا آپ رضی اللہ عنہ کے آثار سے تبرک لیا ہو۔ اسی طرح دیگر کبار صحابہ مثلاً سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے بھی کسی کے تبرک لینے کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس طرح کے تبرک کے ترک پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ (الاعتصام للشاطبی،2: 8)

علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصریح کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی سے تبرک لینا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین عظام سے ثابت نہیں۔ دلیل کی قوت کے علاوہ شرکیہ خرافات کے سدباب کے حوالے سے بھی یہ نقطۂ نگاہ مناسب ہے کیوں کہ اولیاے کرام اور مشائخ عظام کے تبرکات کی اجازت دے دی جائے تو پھر معاملہ ایک حد پر نہیں رُکتا بلکہ غلو اور مبالغہ آمیزی کی زَد میں آکر صریح شرک تک پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ فی زمانہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ بعض اہل علم اولیا وصالحین کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس کرتے ہوئے، اُن سے حصولِ تبرک کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی صالح اور صحیح العقیدہ عالم یا عابد وزاہد شخصیت کے آثار ومجالس سے تبرک لیا جائے تو اس کی گنجایش موجود ہے، بہ شرطے کہ تبرک لینے والا فکر وعقیدہ کی لغزشوں سے محفوظ ہو اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ برکت محض اللہ عزوجل کی جانب سے ہے، نہ کہ اُس ہستی کا کمال۔ واللہ اعلم۔

تبرک کے مسئلے پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو: (ا) التبرک المشروع والتبرک الممنوع، ڈاکٹر علی بن نافع العلیانی۔ مؤخر الذکر کتاب کا ترجمہ بہ نام: جائز اور ناجائز تبرک، مولانا عمر فاروق السعیدی کے قلم سے شائع ہوئی ہے۔ (مترجم))

تبرک سے متعلق چند اہم قواعد وضوابط

1۔ تبرک عبادت ہے اور عبادات میں اصل ممانعت ہے، حتّٰی کہ اس کی مشروعیت اور جواز کی دلیل مل جائے۔

2۔ برکت سراسر خدا تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے؛ وہی اس کا مالک اور عطا کرنے والا ہے، لہٰذا کسی دوسری ہستی سے برکت طلب کرنا درست نہیں ہے۔

3۔ جن اشیا کا متبرک ہونا شرعاً ثابت ہے، اُن سے صرف اُسی شخص کو برکت حاصل ہو سکتی ہے جو توحید پر کاربند ہو اور خدا اور رسول اللہ ﷺ پر پختہ ایمان رکھتا ہو۔

4۔ جن چیزوں کی برکت از رُوے شریعت ثابت ہے، اُن سے تبرک لینے کے لیے جائز طریقے اپنانے چاہئیں اور ایسے طور طریقوں سے اجتناب کرنا چاہیے جو سلف صالحین سے ثابت نہیں ہیں۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"المصالح والخيرات واللذات والكمالات، كلها لا تُنال إلا بحظ من المشقة، ولا يُعبر إليها إلا على جسر من التعب ؛ وقد أجمع عقلاء كل أمة على أن النعيم لا يُدرك بالنعيم، وأن من آثر الراحة فاتته الراحة، وأن بحسب ركوب الأهوال واحتمال المشاق تكون الفرحة واللذة ؛ فلا فرحة لمن لا هَمّ له، ولا لذة لمن لا صبر له، ولا نعيم لمن لا شقاء له، ولا راحة لمن لا تعب له؛ بل إذا تعب العبد قليلا استراح طويلا." (مفتاح دار السعادة:2/15)

"مصالح وخیرات اور لذات وکمالات؛ سب ایک مشقت کے بعد حاصل ہوتے ہیں، تھکاوٹ کے پل سے گزرنا ہوتا ہے۔ داناؤں کا اجماع ہے کہ خوشیوں کے راستے میں خوشیاں نہیں ہوتیں، جو راحت کیلیے رک جائے وہ راحت سے محروم ہو جاتا ہے، اور راستے کے خطرات ومشقتوں کے بقدر ہی بعد میں راحت وسکون ملتا ہے۔ جو غم نہیں سہتا وہ خوشی نہیں پاتا، جو صبر نہیں کرتا وہ لذت نہیں چکھتا، جو مشکلیں نہیں دیکھتا وہ آسائش سے بھی محروم رہتا ہے، جو تھکتا نہیں ہے اسے سکون نہیں ملتا۔ طویل تر سکون کیلیے کچھ گھڑی کی تھکاوٹ ضروری ہے۔"

ان سب مذاہب کے اختلاف کے بہت سبب ہیں جن کا حصر و شمار ممکن نہیں۔ ازانجملہ علموں اور سمجھوں کا مختلف ہونا اور نصوص (قرآن و حدیث) کے الفاظ و نظم ترکیب کے لحاظ سے کئی معنوں کا محتمل ہونا۔ وغیرہ ذلک۔ حافظ ابن القیمؒ نے امام ابن حزمؒ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی انسان کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر فتوی دینے کے وقت اس کا دھیان نہیں ہوتا۔ پس وہ اس لئے حدیث کے برخلاف فتوی دیتا ہے اور یہی امر کبھی قرآن کی نسبت پیش آتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے بڑھ کر مہر مقرر کرنے سے منع کیا تو ایک عورت نے آپ کو خدا کا یہ قول کہ تم نے جو عورتوں کو بہت مال مہر میں دیا ہو تو ان سے واپس نہ لو، یاد دلایا جن سے انہوں نے اپنا قول چھوڑ دیا اور (تواضعاً) یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے سبھی لوگ علم میں زیادہ ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو، جس نے چھ مہینے کا بچہ جنا تھا، بعلت زنا سنگسار کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے خدا کا یہ قول کہ بچے کا حمل اور دودھ پلانا ڈھائی برس ہوتا ہے معہ اس قول کے : مائیں اپنی اولاد کو دو برس دودھ پلائیں جو پورا دودھ پلانا چاہیں،۔ یاد دلایا اور یہ جتایا کہ پہلے قول میں چھ مہینے کم سے کم مدت حمل کا ذکر ہے۔ پس انہوں نے اس حکم رجم سے رجوع فرمایا اور آپؓ نے عینیہ بن حصن پر جب اس نے آپ کی جناب میں گستاخی و سختی کی، حملہ کرنا چاہا یہاں تک کہ حارث بن قیس نے خدا کا قول۔ جاہلوں سے درگزر کرو؛ یاد دلایا تو آپؓ نے اس سے درگذر کیا اور آپؓ نے آنحضرت ﷺ کے فوت ہو جانے کو تعجب سمجھ کر اس سے انکار کیا یہاں تک کہ ان کے سامنے قول خداوندی : (اے محمد) تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پڑھا گیا۔ اس پر انہوں نے اس انکار واصرار سے رجوع فرمایا۔ یہ آیت تو آپ کو معلوم تھی ولیکن اس بھاری امر (آنحضرت ﷺ کی وفات) کے سبب آپ اس کو بھول گئے تھے۔ اور کبھی کوئی عالم (مسئلہ کی) دلیل رکھتا ہے مگر اس میں تجویز نسخ یا تخصیص وغیرہ تاویل کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے سب کوئی ان باتوں پر مطلع نہ ہوتا جو آنحضرت ﷺ سے صادر ہوئیں کیونکہ وہ اپنی معاش وغیرہ امور میں مشغول رہتے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بعض حاضر ہوتے، بعض نہ ہوتے۔ جب آنحضرت ﷺ فوت ہوئے اور ابو بکرؓ ان کے خلیفہ ہوئے تو جب ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول نہ ہوتا تو آپ اور لوگوں سے پوچھتے پھر اگر ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول پاتے تو اس کی پیروی کرتے ورنہ اجتہاد کرتے اور کبھی خدا و رسول کا قول اس شخص کے پاس ہوتا جو وہاں حاضر نہ ہوتا تھا، مثلاً جنبی کیلئے تیمم کا حکم عمارؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ کو نا معلوم، مسح موزہ کا جواز حضرت علیؓ و حذیفہؓ کے پاس تھا اور حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ ابی ہریرہؓ سے، باوجودیکہ یہ مدینہ کے رہنے والے تھے، مخفی تھا۔ پوتے کو بیٹے کے ساتھ چھٹے حصے کا وارث کرنا حضرت ابن مسعودؓ کو معلوم تھا اور حضرت ابو موسی اشعری کو نا معلوم۔ کسی کے گھر جانے کیلئے تین دفعہ اذن چاہنے کی حدیث حضرت ابو موسی و ابو سعید خدری و ابی بن کعب کو معلوم تھی اور حضرت عمر فاروقؓ سے مخفی۔ حیض والی عورت کو طواف فرض کے بعد طواف رخصت کے سوائے مکہ سے کوچ کرنے کا جواز حضرت ابن عباسؓ و ام سلیم کو معلوم تھا اور حضرت زید بن ثابت کو نا معلوم۔ متعہ کا منسوخ ہونا اور گدھے کا حرام ہونا حضرت علی کو معلوم تھا اور حضرت ابن عباسؓ پر پوشیدہ۔ چاندی سونے کی بیع میں نسیہ (قرض) کا عدم جواز عمر فاروقؓ و ابو سعیدؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور طلحہؓ و ابن عباسؓ پر مخفی۔ اور اس کی مثالیں اور بہت ہیں۔ صحابہ گذر گئے تو ان کے نائب تابعی مجتہد ہوئے جو ان سے علم حاصل کئے ہوئے تھے وہ سبھی علموں اور فہموں میں مختلف تھے اور وہ سب بقدر اپنے علم کے فتوی دیتے اور کسی کو خدا نے اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کیا اور سب اس فتوی میں خدا کی طرف سے ثواب پاتے۔ ٹھیک فتوی دیا تو دو ثواب، ورنہ ایک۔ اور کبھی کسی کو حدیثیں باہم متعارض پہنچتیں تو وہ ایک حدیث کی طرف کسی وجہ ترجیح کی نظر سے مائل ہوتا اور دوسرا اسی حدیث کی طرف جس کو اس نے چھوڑ دیا تھا اور وجہ سے مائل ہوتا۔ اس کی مثالیں بھی بہت ہیں۔

ان وجوہات سے بعض علماء نے بعض آیات وحدیث کو ترک کیا ہے اور ان کے ہمسروں نے ان کا خلاف کیا۔ انہوں نے احادیث کو لے لیا جن کو پہلوں نے ترک کیا تھا اور پہلوں نے ان حدیثوں کو لے لیا جن کو انہوں نے ترک کیا، نہ اس لئے کہ عمداً نصوص (آیات وحدیث) کا خلاف کریں (بلکہ ان وجوہات سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں) اور کسی کو دلیل صحیح (آیات وحدیث) بلا تعارض وغیرہ موانع عمل کے پہنچ جائے تو اس کو اس دلیل کا ترک کرنا بجز عناد یا تقلید باقی نہ رہا۔ صحابہ اس طریق پر تھے۔ کلام ابن القیم جو اس نے ابن حزم سے نقل کیا تھا تمام ہوا۔ اور ابن القیم نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ جملہ

عذرات ان آئمہ کے جنہوں نے کسی حدیث کو ترک کیا ہے تین قسم ہیں۔ اول: اس حدیث کو کلام رسول نہ سمجھنا۔ دوسرا: اس حدیث کے وہ معنی نہ سمجھنا جو معنی اس حدیث پر عمل کرنے والے نے سمجھے ہیں۔ تیسرا: اس کو منسوخ سمجھ لینا۔ ان عذرات کی شاخیں کئی قسم ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی اور اس نے قیاس کیا اور اس کا قیاس اس حدیث متروک کے موافق ہوا، اور کسی اور حدیث کے مخالف۔ یہی سبب ہے اکثر ان اقوال علماء سلف کا جو نصوص کے مخالف ہیں، کیونکہ سبھی احادیث رسول پر کسی کو احاطہ حاصل نہ تھا اس باب میں تو خلفاء راشدین، جو رسول اللہ ﷺ کے حالات سے بہت وا قف تھے، خصوصاً صدیق اکبر (جو رسول اللہ ﷺ سے کم ہی جدا ہوتے تھے) کے حال سے معلوم کرے۔ صدیق اکبرؓ پر دادے کی میراث مخفی رہی۔ اور ان کو مغیرہ بن شعبہ و عمران بن حصین و محمد بن مسلمہ نے بتلائی۔ حضرت عمرؓ پر عورت کو خاوند کی دیت سے وار ث کرنے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ ایک جنگل کے رہنے والے نے ان کو اس کی خبر دی اور آ پ پر مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر وبا کی زمین میں جانے سے ممانعت مخفی رہی اور وہ بھی عبدالرحمن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر آندھی کی حدیث مخفی رہی (یعنی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہے کہ آندھی آنے کے وقت کیا کہیں) جو ابو ہریرہؓ نے بتائی اور آپ انگلیوں کے خون بہا میں اختلاف رکھتے تھے۔ اس باب میں ابن عباسؓ، ابی موسیٰ اشعریؓ کے پاس یہ علم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بڑی انگلی اور چھوٹی انگلی خون بہا میں برابر ہیں۔ پس آپؓ نے اس کو قبول کیا۔ اور امیر معا ویہؓ نے بھی اس پر عمل کیا جب ان کو ایسا علم ہوا اور آ پ کے بیٹے عبداللہ احرام حج کے وقت خوشبو لگانے کو جائز نہ سمجھتے اور طواف فرض سے پہلے رمی جمار کے بھی قائل نہ تھے اور یہ امور آنحضرت ﷺ سے صحیح ہو چکے ہیں۔ اور آپ مسح موزہ میں تعیین مدت کے قائل نہ تھے حالانکہ صحیح حدیث میں تعیین آچکی ہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ و ابن عباسؓ اس عورت حا ملہ کی نسبت جس کا خاوند فوت ہو جائے عدت دونوں عدتوں (وضع حمل اور چار مہینے دس دن) سے جو دور ہوتی تجویز کرتے حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثا بت ہو چکا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ کا اعتقاد تھا کہ جس عورت کا بلا زفاف خاوند مر جاوے اور مہر مقرر ہو، اس کو مہر لینا نہیں آتا، حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو پورا مہر دلایا ہے اور یہ باب (مخفیات صحابہ) فراخ ہے۔ اور جو اس قسم کی باتیں صحابہ کے سوا اور لوگوں سے منقول ہیں وہ شمار سے بڑھ کر ہیں۔ پس جب امت کے زیادہ جاننے والے اور بڑے مجتہدوں پر بعض احادیث مخفی رہیں تو ان کی نسبت کیا خیال کرنا چاہیے جو ان کے بعد ہوئے۔ پس جو شخص یہ سمجھے کہ سبھی حدیثیں اماموں کو یا کسی خاص امام کو پہنچ گئی ہیں تو اس نے سخت خطا کی۔ ابو عمرو ابن عبد البر نے کہا ہے آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس پر آنحضرت ﷺ کی بعض حدیثیں مخفی نہ رہی ہوں اور یہ حدیثوں کے دفتر (کتابیں) گذر جانے آ ئمہ کے بعد تالیف ہوئی ہیں اور ان میں بھی سب حد یثوں کا منحصر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو تا کہ جس کے پاس یہ سب کتابیں موجود ہوں اس کو سبھی کچھ، جو ان میں ہے، یاد ہو تا ہے۔ اور متقدمین کے دفتر تو ان کے سینے ہی تھے اور وہ خوب جاننے وا لے تھے۔ ازانجملہ یہ سبب ہے کہ حدیث تو کسی شخص کو پہنچی مگر بسند صحیح نہ پہنچی۔ سند صحیح سے وہ کسی اور کو پہنچی۔ وہ حدیث اسی شخص کے حق میں لائق سند ہے جس کو سند صحیح سے پہنچے، نہ اس کے حق میں جس کو بسند صحیح نہیں پہنچی۔ اسی واسطے بہت سے اماموں نے بعض احادیث کے ماننے کو صحیح ہونے کی شرط پر معلق کیا ہے اور کہا ہے کہ فلاں مسئلہ میں ہمارا یہ قول ہے اور اس کے خلاف میں حدیث مروی ہے (جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے) اگر یہ حدیث ثابت ہو جاوے تو یہی ہمارا قول ہے۔ اس کی مثالیں نہایت کثرت سے ہیں۔

اور ابن قیم نے کہا ہے کہ اختلاف کے بہت سے اسباب ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو ضعیف سمجھتا ہے دوسرا اس کو ثقہ خیال کرتا ہے ازانجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو عادل کی حدیث میں شرط لگاتا ہے جو دوسرا نہیں لگاتا۔ ازانجملہ یہ کہ وہ معنی حدیث کو نہیں جانتا، یا تو اس لئے کہ اس حدیث کے الفاظ اس کے نزدیک کم استعمال ہیں یا اس لئے کہ وہ مشترک المعنی یا مجمل ہے۔ یا یہ کہ وہ ظاہری معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر محمول ہو نے کے متحمل ہے۔ اور ازانجملہ یہ کہ وہ کسی حدیث کو عام جان کر اس میں کسی خاص فرد کے داخل ہونے کا یقین نہیں رکھتا۔ یا تو اس لئے کہ وہ اس فرد کی حقیقت اور بقیہ افراد سے اس کی مماثلت و مشابہت کا علم نہیں رکھتا یا اس لئے کہ وہ اس میں اپنے دل میں شبہ رکھتا ہے یا اس کو کسی وجہ خصوصیت سے حکم عام سے خارج کرتا ہے اور ازانجملہ یہ کہ وہ اس حدیث کو جو عام نہیں ہے، عام سمجھتا ہے یا اس حدیث کو جو مقید ہے، مطلق خیال کرتا ہے اور اس کی قید سے غافل ہے۔ اور ازانجملہ یہ کہ وہ لفظ حدیث کا حکم متنازعہ فیہ پر دلالت کرنا نہیں مانتا، یا تو اس لئے کہ اس کے عرف شرع میں معنی نہیں جانتا اس لئے خلاف معنی پر محمول کرتا ہے یا یہ کہ عرف شرح میں اس حدیث کے دو معنی ہیں وہ اس حدیث سے ایک معنی لیتا ہے، دوسرا دوسرے معنی۔ یا وہ حدیث خاص کو عام سمجھتا ہے یا عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتا ہے اور مقید کو مطلق۔ اور ازانجملہ یہ کہ اس حدیث کے معارضہ (مقابلہ) میں اور حدیث اس کے مساوی یا اس سے

زیادہ قوی پائی جاتی ہے۔ اور تعارض کے کئی اقسام ہیں۔

ابن القیم نے کہا ہے کہ جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہ حق بات کو لے لیتا ہے جہاں کہیں ہو اور جس کے پاس ہو، اور ناحق کو رد کرتا ہے خواہ وہ کیسے شخص کے ساتھ ہو۔ ایسا شخص تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہے اور سب سے زیادہ ہدایت پر ہے اور سب سے زیادہ راست گو۔ ایسے لوگ باہم اختلاف بھی کرتے ہیں تو ان کا اختلاف رحمت ہے اور ہدایت اور یہ اختلاف کرنا ایک دوسرے کو اپنی رائے سے جس کو اپنے نزدیک صواب سمجھتا ہے اطلاع دیتا ہے۔ پس اگر ان سبھی مختلف آراء کا آپس میں مقابلہ کیا جاوے اور ان سب کو کتاب اللہ و سنت رسول پر پیش کیا جاوے اور اپنی نظر کو جو ان آراء لگاتے ہیں تعصب اور حمیت وپاسداری سے مجرد کریں اور اپنی وسعت اور قصد طاعت خدا اور رسول کو پورا خرچ کریں تو ان اقوال و آراء سے جو صواب اور جو قریب صواب ہے کم مخفی رہے۔ اس قسم کا اختلاف آپس میں عداوت پیدا نہیں کرتا اور نہ کلمۃ الاسلام میں تفرقہ و پراگندگی بہم پہنچاتا ہے۔

میں (محمد حیات) کہتا ہوں کہ جب کہ (سب کا) معبود، عبادت کا حکم دینے والہ ایک ہے اور رسول (دین اسلام لانے والہ) ایک ہے اور دین (اسلام) ایک، اور یہ سبھی علماء اتباع دین کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے قصور نہیں کرتے اور ہر ایک کے لئے فضائل و کمالات حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ

تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم کو علم نہیں ہے، پھر ایک شخص کے لئے تعصب کرنا اور اسی قول پر جمے رہنا کس لئے ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: کیا جو کچھ ابو حنیفہ نے کہا ہے، میں اسی کا قائل ہوں؟ (ایسی) تقلید (ایک شخص کی ہر بات میں) تو وہی کرتا ہے جو متعصب یا بے سمجھ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ طحاوی کا مصر میں اڑ گیا اور ضرب المثل ہوا۔ اور مذہب مجتہد وہ ہوتا ہے جو اس نے کہا پھر اس سے رجوع نہیں کیا۔ اور ایک مجتہد سے دو قول مختلف کا سرزد ہونا بجز اس کے کہ وہ ایک قول سے رجوع کرے، ممکن نہیں مگر اس صورت میں کہ ان دونوں میں اس کو تردد ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مجتہد نے پہلے ایک قول کہا ہو، پھر اس سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا ہو پھر اس قول سے پہلے قول کی طرف رجوع کیا ہو، اس کی مثال مجھے اقوال مجتہدین سے کوئی معلوم نہیں اور کسی امام کے شاگرد اور رفیق اس کے سبھی مذہب کو نہیں جانتے اور یہ امر ظاہر ہے۔

ائمہ مذاہب کے شاگردوں کے باہمی اختلاف کا غالباً یہ سبب ہوا ہے کہ بعض شاگردوں نے امام کا مذہب اس قول کو جانا جس کو دوسرے نے نہ مانا اور بعض نے امام کے پہلے قول کو جس سے امام نے رجوع کیا تھا۔ امام کا مذہب سمجھ لیا اور اسی پر فتوی دیا۔ اور دوسرے قول کو (جس کی طرف رجوع کیا تھا) معلوم نہ کیا۔ اور بعضوں نے امام کا کوئی قول نہ پایا بلکہ امام کے اقوال و مسائل پر قیاس کر کے اسی قیاس کو مذہب امام قرار دیا اور دوسرے شاگردوں نے اس قیاس میں خلاف کیا۔ پس کبھی یہ صواب کو پہنچا، کبھی وہ مصیب ہوا۔ اور بسا اوقات قول امام کے معنی سمجھنے میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف کا دروازہ نہایت فراخ ہے اور یہ نہیں ہے کہ جو بات کوئی امام کے قول سے نکال لے وہی امام کا مذہب بن جائے۔ بلکہ کبھی وہ استنباطی بات مذہب امام کے موافق ہوتی ہے اور کبھی مخالف پڑتی ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ جو اقوال و مسائل امام کے اقوال سے نکالے گئے ہیں۔ ان اقوال کو امام کی طرف منسوب کیا جاوے اور ان کو یقیناً اقوال و مذاہب امام ٹھہرایا جاوے، کیونکہ احتمال ہے کہ اگر ان اقوال کو امام کے سامنے پیش کیا جاتا تو بعض اقوال کو امام قبول کرتا اور بعض اقوال کو رد کر دیتا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ جو مسائل مجتہدوں نے آنحضرت ﷺ کے اقوال سے استنباط کئے ہیں اور ان کو قطعاً آنحضرت ﷺ کے اقوال نہیں مانا جاتا۔ تاہم ان کا شریعت ہونا بھی محتمل ہے۔ ابن تیمیہؒ نے کتاب منہاج السنہ میں کہا ہے کہ تو دو جماعتوں مختلف مذاہب یا دو شخصوں میں سے ایک کو ایسا پاوے گا کہ وہ اس علمی بات کو جس کی خود خبر دیتا ہے جھوٹ نہیں سمجھتا۔ لیکن جو دوسری جماعت یا دوسرا شخص حق سنادے خواہ وہ خبر (حدیث واثر) سے معلوم ہوا ہو یا نظر (فکر و قیاس) سے اس کو قبول نہیں کرتا جو اپنا فریق عقلی یا نقلی بات کہے اس کو مانتا ہے اور جو دوسرا فرقہ کہے اس کو رد کرتا ہے۔

کلام ابن تیمیہ تمام ہوا۔ مصنف ایقاف کہتا ہے کہ یہ بات اہل مذاہب کے پیروان خصوصاً ہمارے زمانہ (۱۱۶۳ھ) میں بہت ہے۔ ان کو تم دیکھو گے کہ وہ بجز اس بات کے جو اپنے مذاہب والوں سے منقول پاویں گے خواہ وہ قول امام ہو خواہ نہ ہو اور کسی بات پر اعتماد نہ کریں گے۔

فائدہ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مسائل جو اصول فقہ میں مذکور ہیں آئمہ کے اقوال سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ اسی طور پر کہ بعض پیرو آئمہ کے اکثر مسائل امام کو ایک قانون کی طرف رجوع ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ اس قانون کو ان مسائل اور ان کے نظائر و امثال کیلئے اصول قرار دیتے ہیں و علی ہذا القیاس۔ پھر کبھی پچھلا پیرو، پہلے کے موافق ہوتا ہے اور کبھی مخالف اور کبھی اس کی تقلید کر لیتا ہے اور کبھی پہلا مصیب ہوتا ہے اور کبھی پچھلا صواب پر پہنچتا ہے اور اختلاف میں انصاف کرنا بہترین اوصاف ہے اور اتفاق کی طرف رجوع کرنا افتراق سے بہتر ہے اور خدا تعالی حق وصواب کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف سب کا بازگشت۔ وصلّی اللہ علی محمدؐ و آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين أما بعد.

اہل ذوق نے سیرت رسول ﷺ کے حوالہ سے متنوع کوششیں کیں اور مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی، ہر لکھاری کا اپنا انداز اور اپنا اسلوب ہے، اسلامی کتب خانہ میں اس عنوان پر متعدد زبانوں میں وافر ذخیرہ موجود ہے، لیکن اس کے باوجود تشنگی ہنوز باقی رہتی ہے کہ یہ عنوان ہی اتنا محبوب ہے، طبیعت سیر نہیں ہوتی اور معلومات ختم نہیں ہوتیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہماری کامیابی کی بنیاد ہے، آپ ﷺ کی فرمانبرداری کے بغیر آخرت میں نجات کا تصور نہیں، بلکہ کسی بھی شخص کے لئے حب الٰہی کا بھی یہی مظہر ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ (سورۃ آل عمران:31)

”کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔“

فرمان رسالت ﷺ ہے:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.» (صحیح بخاری: 15)

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھے اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔“

سچے مؤمن کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ فرمان نبوی ﷺ کے آگے سمع وطاعت کا پیکر بنا رہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (سورۃ الاحزاب:36)

”کسی مؤمن مرد اور عورت کو کسی امر کا اختیار نہیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد، جو بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں ہوگا۔“

آپ ﷺ کا حکم عدولی باعث خسران ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾ (سورۃ النساء:115)

”جو شخص بھی راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے خلاف کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑے ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ متوجہ ہوا۔“

اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی ﷺ کی حیات طیبہ کے شب و روز کو ایسے محفوظ کیا، آپ کے سوا دنیا میں کوئی شخص چاہے سیاسی، سماجی، کاروباری، یا مذہبی کسی بھی شعبہ حیات سے تعلق رکھتا ہو، کوئی رہنما ایسا نہیں جس کی زندگی کا ریکارڈ ایسے محفوظ ہو، آپ ﷺ سے پہلے اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کے لیے یہ ممکن ہے، یہ انفرادی شان کی ایک وجہ یہ ہے کہ خود خالق ارض وسموات نے آپ کو بطور اسوہ خود ہی پیش فرمایا:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورۃ الاحزاب:21)

”یقینا تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے۔“

عموماً سیرت کے موضوع کو تاریخ کے ذخیرہ سے مرتب کیا گیا، جہاں رطب و یابس کی بھرمار ہے اور دوسری طرف عوام کی سیرت کے ساتھ عقیدت کچھ ایسی ہے کہ اس عنوان سے جو کچھ واعظ یا مقالہ نگار نے پیش کیا، لوگوں نے اسے محبت سے قبول کرلیا۔ اس کی تحقیق اور جانچ کے بغیر۔

اور بعض لوگوں نے سیرت اور فضائل کے باب میں اتنی وسعت پیدا کردی کہ تحقیق و تنقیح کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی، اسی لیے سیرت اور تاریخ اسلام کو اصول حدیث کے معیار پر مرتب کرنے کا بڑا منصوبہ شہرہ آفاق یونیورسٹی الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ میں شروع کیا گیا تھا، اس کے روح رواں مشہور عراقی عالم شیخ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری سربراہ شعبہ دراسیات علیا تھے۔

اس سلسلے میں کچھ کتابیں بھی تیار ہوئیں، پھر پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی العمری ڈین کلیۃ الحدیث نے کتاب مرتب کی۔'

سیرۃ المصطفی الصحیحہ علی منہج المحدثین' جو کہ گزشتہ نو سو سال میں پہلی اعلیٰ سطحی علمی کوشش تھی، اس کے علاوہ اور بھی مجموعے جیسے 'صحیح السیرۃ النبویہ' ڈاکٹر

ابراہیم العلی وغیرہ شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکے ہیں۔

مدینہ یونیوسٹی میں سیرت کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا گیا اور اس کے لیے مشاہیر اہل علم کی خدمات حاصل کی گئیں ۔ ہندوستان سے مشہور مصنف مولانا صفی الرحمن مبارکپوری مصنف الرحیق المختوم بھی ایک عرصے تک اس سے وابستہ رہے۔

احادیث کو جمع کرتے ہوئے محدثین نے قبول ورد کے جو اصول وضوابط اپنائے (جرح و تعدیل) تاریخ اسلام کو مرتب کرتے ہوئے مؤرخین نے اس پر عمل نہیں کیا، اس کی علمی تنقیح کی ضرورت ہے۔ دور حاضر میں سیرت وسنت کی طرف توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے۔

اس وقت مختلف قسم کے افکاروں، نظریات کو ترجیح دینے کا رواج ہوتا جارہا ہے اور دین کے نام پر بھی اساسیات دین سے دوری اختیار کرتے دکھائی دیتے ہیں، بلکہ سنت اور سیرت سے اعراض اور تغافل برتا جارہا ہے۔

عزیزم مولانا محمد عبد الرحیم خرم عمری جامعی سلمہ اللہ تعالیٰ کے سیرت نبوی ﷺ کے مضامین کا مجموعہ کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے، یہ دراصل وہ مضامین ہیں جو مشہور اردو "روزنامہ منصف، حیدر آباد" کی زینت بنتے رہے اور ان کا اکثر حصہ برطانیہ سے نکلنے والے اردو ماہنامہ "صراط مستقیم، برمنگھم" میں شائع ہو کر حلقہ قارئین میں ان کی قابل قدر پذیرائی رہی۔ ان مضامین میں معلومات کی صحت کا خیال رکھا گیا ہے، ورنہ سیرت وسوانح کے مضامین میں درست معلومات کا اہتمام کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

دعا ہے کہ سیرت پر مشتمل مضامین کا یہ حسین گلدستہ افادۂ عام کا ذریعہ ثابت ہو اور مرتب وجملہ معاونین کے لئے باعث نجات۔

طالب دعا: محمد عبد الہادی العمری (رئیس مجلس القضاء الاسلامی، برمنگھم، انگلینڈ)

18/ذوالحجہ، 1445ھ، 24 جون 2024ء، برمنگھم، انگلینڈ

☆☆☆

محبت ایک دائمی تعلق ہے

شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"محبت کا معیار نعرہ بازی نہیں اور نہ عشق کا تقاضا ریاکاری اور دکھلاوا ہے، محبت زمانی اور مکانی نہیں ہوتی، الفت دائمی تعلق کا نام ہے جو عاشق کے دل پر اور اس کی زندگی پر ہمیشہ غالب رہے۔

محبت رسول ﷺ کا نعرہ لگانا آسان ہے لیکن محبّ بننا مشکل، اگر محبّ بننا ہو تو صحابہ کرام، مہاجرین عظام، انصارِ مدینہ، شہدائے احد، مجاہدینِ بدر اور خصوصاً مکی زندگی میں اسلام قبول کرنے والے فرشتہ صفت لوگوں کی شیفتگی اور والہانہ عقیدت اور سراپا جانثاری سے سبق لینا ہو گا۔ محبت موسمی چیز نہیں کہ ربیع الاول میں تو سیلاب بن کر آئے اور باقی سارا سال آپ کو احساس تک نہ ہو کہ آپ کا کوئی رسول بھی ہے۔" (فتاویٰ سلفیہ : 21)

☆☆☆

شیخ صالح العصیمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"مسلمان سبھی دین دار ہوتے ہیں، علماء کی خصوصیت ان کا انبیاء کا وارث ہونا ہے۔ منافقین کی چالوں میں سے ہی کہ انہوں نے دین دار کا لفظ علماء کے ساتھ خاص کر دیا ہے تاکہ وہ عیسائیت سے سائنس اور مذہب کی جنگ اسلام میں درآمد کر سکیں اور لوگوں کو مولویت کے نام پر مذہب سے بدظن کریں۔ سو یہ دین دار اور دنیا دار کی تقسیم کرنے والے آپ کے دشمن ہیں، ان سے آگاہ رہیں۔"

اہل توحید کا مقام ومرتبہ

شیخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب التمیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"إذا أقبلت على الله ، فلا تخف و لاتحزن، إن كيد الشيطان كان ضعيفاً، والعامي من الموحدين يغلب ألفاً من علماء المشركين، كما قال تعالى وإن جندنا لهم الغالبون."

"جب آپ اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو خوف نہ کھائیں اور نہ غمگین ہوں، یقیناً شیطان کی چال ہمیشہ سے ہی کمزور ہے، ایک عام موحد بندہ ہزاروں مشرک علماء پہ حاوی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔"

(الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ: 1/72)

☆☆☆

بانبری کے حاجی محمد افسر خان کا سانحۂ ارتحال

بانبری کی بزرگ شخصیت حاجی محمد افسر پاکستان سے سعودی ایرلائن کے ذریعے جدہ ائیرپورٹ پہنچے، پھر وہاں سے برمنگھم کے لیے جہاز میں بیٹھے، جدہ سے دو گھنٹے کا سفر طے کیے تھے کہ اچانک جہاز میں ان کی طبیعت بگڑ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے حاجی افسر چوہدری اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون

برمنگھم سے ان کی میت کو بانبری لایا گیا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ سارے اقارب واحباب نے مرحوم کی نماز جنازہ ادا کی اور بچوں سے اظہار تعزیت کیا۔

واضح ہو کہ بانبری کے حاجی محمد حبیب چوہدری کے یہ ہم زلف تھے اور 70 سال کی عمر پائی تھی۔

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بلبلا ہے پانی کا

☆☆☆